بانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ مارچ ۲۰۰۰ء

مدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات و عطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کی خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری و ساری رہے گی۔ ملک بھر کی معروف اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ نے امسال بھی گائے کی قربانی کا معقول انتظام کیا ہے۔ قربانی کے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کیلئے جامعہ حقانیہ کے دفتر سے رجوع فرمائیں۔ تینوں دن گائے کی قربانی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ خواہشمند حضرات سے درخواست ہے کہ پہلے آئیں اور پہلے پائیں کی بنیاد پر حصہ ڈال کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فون نمبر : (0923) 630435 - 630341

الداعی الی الخیر : (مولانا) سمیع الحق مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ــــ 35
شمارہ نمبر ــــ 6
ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
مارچ 2000ء

20 MAR 2000

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: چاڈ کی بین الاقوامی سہ روزہ کانفرنس مسلم امہ کے اتحاد کی طرف ایک اہم پیش رفت'
مولانا علی میاںؒ کی وفات پر پریس کی شرمناک غفلت .... راشد الحق سمیع حقانی 2
نظام اکل شرب میں شریعت کی رہنمائی .... مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ 10
سورج کی موت اور قیامت (قسط ۱) .... مولانا شہاب الدین ندوی 17
حضرت مولانا ندویؒ کی دار العلوم حقانیہ آمد اور خطاب .... جناب شفیق الدین فاروقی 26
حضرت مولانا علی میاںؒ کے چند نادر خطوط .... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 36
الوداع اے عالم آب و گل الوداع .... حضرت مولانا محمود حسن حسنی ندوی 40
دمشق کے قاضی .... جناب شاہ بلیغ الدین صاحب 44
حضرت مولانا علی میاںؒ کے نام ایک ناتمام مکتوب .... مدیر 50
افکار و تاثرات (حضرت مولانا ندویؒ کے سانحہ ارتحال کے سلسلے میں تعزیتی خطوط)۔ قارئین بنام مدیر 52
طلعتِ صبح درخشاں کوئے تو (غزل) .... مولانا محمد ابراہیم فانی 60
دار العلوم کے شب و روز .... جناب نثار محمد 61
تبصرہ کتب .... م ۔ ل ۔ ف 63

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
ناشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

چاڈ کی بین الاقوامی سہ روزہ کانفرنس
مُسلم اُمّہ کے اتحاد کی طرف ایک اہم پیش رفت

گزشتہ ماہ 6-5-4 فروری کو لیبین حکومت کی سرپرستی میں جمعیت الدعوہ کے زیر اہتمام افریقہ کے ایک پس ماندہ اور غیر معروف ملک چاڈ کے دارالخلافہ "انجمینا" میں ایک بین الاقوامی سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں دنیا کے ہر ملک کی تقریباً اعلیٰ درجے کی نمائندگی موجود تھی۔ مسلم ممالک اور خصوصاً عالم عرب کے چوٹی کے رہنماؤں اور اہل علم حضرات نے اس کانفرنس میں بھرپور شرکت کی۔ لیبیا پر اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمان بحیرہ روم کے جزیرہ مالٹا پہنچے جو افریقہ کے پڑوس میں واقع ہے۔ مالٹا میں دنیا بھر سے مہمان آکر جمع ہوتے رہے، یہاں کچھ قیام کے بعد مہمانوں کو چارٹر طیارہ کے ذریعے طرابلس اور چاڈ کیلئے روانہ کیا گیا۔ (جزیرہ مالٹا (کالاپانی) کا نام قارئین الحق اور ہندوپاک کے باسیوں کیلئے نیا نہیں۔ کہ برصغیر کی آزادی کی داستان کا پہلا باب ہی یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اسیرانِ مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا عزیر گلؒ، مولانا وحید احمد، حکیم نصرت حسین اور دیگر شمع حریت کے پروانے تین سال دو ماہ تک پس دیوار زنداں رہے۔

جزیرہ مالٹا اور اکابرین کے حالات ان شاء اللہ بشرط فرصت اگلے شمارے میں پیش کئے جائیں گے۔)

کانفرنس میں حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کیساتھ ساتھ ناچیز کو بھی شرکت کا خصوصی دعوت نامہ موصول ہوا۔ والد صاحب مدظلہ نے اس سے ایک ہفتہ قبل لیبیا کے دارالخلافہ طرابلس کی بین الاقوامی علمی نوعیت کی کانفرنس میں شرکت کی جو 24 سے 26 جنوری تک رہی۔ کانفرنس کا موضوع "اسلامی تاریخ و تقویم اور تشخص کا بحران" (التاریخ الاسلامی

وازمۃ الھویۃ) تھا۔ جس میں دنیا بھر کے اہم تعلیمی مراکز' جامعات اور مشہور اداروں کی علمی شخصیات نے شرکت کی۔ دنیا کے 61 ممالک کے ڈھائی سو مندوبین اس سہ روزہ کانفرنس میں سر جوڑ کر ملت مسلمہ کے اسلامی تشخص کی بحالی پر بحث و تمحیص کرتے رہے۔ میزبانوں کی خواہش اور اصرار کے باوجود والد ماجد مدظلہ مصروفیات کے باعث مزید قیام نہ سکے اور چاڈ کے کانفرنس میں شرکت سے معذرت کر کے لیبیا سے وطن واپس ہوئے۔ لہذا راقم ہی نے نمائندہ کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ جس سے فکر و خیال کو نئی رعنائی' اور جذبہ عمل کو نئی تازگی ملی۔ راقم نے "انجمینا" میں عالم اسلام اور امت مسلمہ کا درد رکھنے والے ایک بڑے گروہ کو امت مرحومہ کیلئے فکر مند' شوریدہ سر اور سوز و گداز میں ڈوبا پایا۔ اور انکی نواھائے پریشاں (مقالات و تقاریر) کو غور سے سنا اور دل و دماغ کی لوح پر نقش کیا۔ اے کاش! کہ انکے مقالات اور صدائے درد امت مرحومہ کی احیاء اور نشاۃ ثانیہ کیلئے "بانگ درا" اور "صور اسرافیل" کا کام سر انجام دے سکے۔ وہ امت مرحومہ جس نے صدیوں سے سستی' جمود' علم و عمل سے دوری' غفلت و بزدلی' تفرقے اور بے اتفاقی کی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ ایسی مثبت کوششوں سے بیدار ہو کر پھر سے زمانے میں اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ حاصل کرے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو اسوقت امت مسلمہ کے دو بڑے اہم مسئلے ہیں۔ (۱) اتحاد و یکجہتی اور مسلم امہ کو درپیش اہم مسائل پر مشترکہ موقف اختیار کرنا۔ (۲) مخلص' نڈر' بیباک' امین اور صالح قیادت کا سامنے آنا۔ اگر یہ دو مسئلے حل ہو جائیں یا ان میں سے صرف اول الذکر پر کام ہو سکے تو امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کا دیرینہ اور ادھورا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے ایسی کانفرنسیں مہمیز کا کام دے سکتی ہیں۔ کانفرنس کی پانچ نشستوں میں علم و آگہی اور فکر و نظر سے بھرپور علمی' ادبی اور سیاسی مقالات سننے کو ملے۔ کئی مثبت اور موثر تجاویز پیش ہوئیں' اور کئی عالمی مسائل پر مشترکہ موقف اختیار کیا گیا۔ جو کہ ایک بڑی کامیابی ہے۔ اگرچہ بعض مسائل پر اختلافی تقاریر و آراء بھی سامنے آئیں لیکن شرکاء کانفرنس کی اکثریت نے اس موقف سے اپنا اصولی اختلاف ریکارڈ کرایا۔ لیکن راقم کے خیال میں ایسی بڑی اور عالمگیر کانفرنسوں میں چھوٹا موٹا اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا۔

تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ کانفرس کے میزبانوں نے شرکاٗ کو مکمل اظہار رائے کا موقع فراہم کیا۔ اور ہر قسم کے متنازعہ امور پر بھی بات کرنے کی مکمل اجازت دی گئی۔ اور مقررین نے دل کھول کر اپنے مافی اضمیر کو بیان کیا۔ کانفرنس کے اہم چیدہ چیدہ موضوعات میں چیچنیا' کشمیر' فلسطین' افغانستان' اتحاد امت' عالم کفر کی سازشوں کے خلاف مشترکہ جدو جہد' جدید علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی سے بھرپور استفادہ کرنا خصوصاً کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی افادیت مسلم امہ میں اجاگر کرنا' مسلم تحریکات' بنیاد پرستی اور دہشت گردی' امریکہ و مغرب میں اسلام کا مستقبل اور اکیسویں صدی میں عالم اسلام کو درپیش چیلنجز جیسے اہم موضوعات سرفہرست رہے۔ اور مندوبین نے تمام موضوعات کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا۔ خصوصاً پاکستانی وفد کے بیشتر مندوبین نے بھرپور انداز میں مسئلہ کشمیر کو اجاگر کیا اور کچھ نے طالبان کی اسلامی حکومت کی کارکردگی اور اسامہ بن لادن کا موقف بھی جرأت کیساتھ پیش کیا۔ طالبان کا ایک اعلیٰ سطحی سرکاری وفد بھی شریک اجلاس رہا۔ مگر میرے اور کچھ احباب کی بار بار خواہش کے باوجود وہ اپنی کارکردگی اور موقف کا موثر اظہار نہ کر سکے اور نہ انہوں نے اپنے دفاع کا جائز حق استعمال کیا۔ جبکہ پاکستانی وفد کی بعض قد آور شخصیات مثلاً مولانا فضل الرحمان صاحب' راجہ ظفر الحق اور مولانا شاہ احمد نورانی صاحب جیسے حضرات نے چیچنیا جیسے حساس مسئلے پر کسی مصلحت کے پیش نظر اظہار خیال سے گریز کیا۔...... فیا للعجب لیکن یہ کمی مولانا قاری سید الرحمان (مہتمم جامعہ اسلامیہ' راولپنڈی) اور وسط ایشیاء سے آئے ہوئے وفد کے قائد نے بھرپور انداز سے دور کر دی۔ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں لیبیا کے لیڈر اور صدر جناب کرنل معمر قذافی نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی۔ اور اپنے افتتاحی خطاب سے کانفرنس کا آغاز کیا۔ آپ نے اتحاد امت اور عالم اسلام کے حالات پر تفصیل سے گفتگو کی تاہم چیچنیا کے بارے میں آپکا الگ طرح کا نقطۂ نظر سننے کو ملا۔ جس پر شرکائے کانفرنس نے حیرت کا اظہار کیا۔ اسکے علاوہ میزبان ملک کے صدر جناب ادریس دیبی اور نائیجر اور مالے کے صدور مملکت نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کے میزبان اور جمعیت الدعوۃ اسلامیہ کے روح رواں اور سیکرٹری جنرل جناب دکتور احمد شریف نے بھی افتتاحی خطاب کیا۔ جمعیت الدعوہ ویسے تو ہر سال کسی نہ کسی

مناسبت سے طرابلس میں بین الاقوامی کانفرنسوں کا انعقاد کراتی ہے۔ لیکن خصوصاً ہر پانچ سال بعد دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں بین الاقوامی سطح کی ایک عالمگیر کانفرنس منعقد کرانا اسی کا خاصہ ہے۔ جسمیں شرکائکی تعداد ہزار سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور ایسی کانفرنسوں میں عالم اسلام کے مسائل پیش کئے جاتے ہیں اور ان پر مشترکہ موقف اختیار کیا جاتا ہے۔ اس بار کانفرنس کا انتخاب افریقہ کے دور دراز اور دنیا کے دوسرے غریب ترین پسماندہ ملک چاڈ میں رکھا گیا۔ بظاہر ایسے ملک میں اتنی بڑی کانفرنس کا انعقاد مشکل تھا لیکن پھر بھی میزبانوں نے بڑی ہمت اور مہمان نوازی کا ثبوت پیش کیا۔ اور مہمانوں نے بھی دینی جذبہ کی بنأ پر بعض نامساعد امور پر حوصلہ مندی کا ثبوت دیا گو کہ واپسی میں مہمانوں کو ائرپورٹ پر طیارے کے پٹرول کی عدم دستیابی کی بنأ پر صبر آزما مراحل کا سامنا (تقریبا بائیس گھنٹے انتظار) کرنا پڑا' لیکن سفر میں اس قسم کی معمولی زحمتوں کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔ کانفرنس کا افریقہ میں انعقاد کا بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ افریقہ کے غریب اور بدحال مسلم عوام کو یہ تائثر دیا جائے کہ عالم اسلام آپکے ساتھ ہے۔ اور آپکے دکھوں اور مسائل کے حل کرنے میں برابر کا شریک ہے۔ اسکے علاوہ لیبیا کے صدر جناب کرنل قذافی کچھ عرصے سے مسلسل افریقی ممالک کے اتحاد اور یکجہتی کیلئے کام کررہے ہیں۔ اور انکی یہ کوشش اور خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح افریقی ممالک کا ایک طاقتور بلاک بنایا جائے۔ تاکہ امریکہ اور مغربی ممالک کا موئثر انداز میں یکجا ہو کر مقابلہ کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں افریقہ کے متعدد ممالک میں لیبین حکومت کے فلاحی اور رفاعی کام قابل تحسین ہیں۔ عالم اسلام کے دوسرے مالدار ممالک کو بھی اپنے افریقن مسلم بھائیوں کی حالت زار کو سنوارنے کیلئے بھی کچھ نہ کچھ خرچ کرنا چاہیے۔ جو موجودہ عہد اور ترقی سے صدیوں پیچھے رہ گئے ہیں۔

افتتاحی نشست کے بعد "انجمینا" کی عظیم جامع مسجد میں شرکا کانفرنس نے ایک ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی۔ نمازِ جمعہ جناب کرنل قذافی نے خود پڑھائی۔ دیگر صدور مملکت اور اعلیٰ حکام بھی موجود تھے۔ نماز جمعہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ باہر سڑکوں اور دور دور تک میدانوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ ہر طرف سر ہی سر تھے مرد وزن بوڑھے اور بچے سب

ہی موجود تھے۔ چاڈ کے انتہائی غریب اور پس ماندہ لوگ دنیا بھر سے آئے ہوئے مختلف النسل مختلف اللسان اور مختلف المسالک مسلم بھائیوں کو اپنے درمیان پا کر انتہائی خوشی محسوس کر رہے تھے۔ خود مجھے بھی انتہائی مسرت ہو رہی تھی کہ عالم اسلام کے تمام فرزندان اپنے اپنے فروعی اختلافات بھلا کر ایک صف میں کھڑے نظر آ رہے تھے۔ بار بار حضرت علامہ کے یہ اشعار زبان پر آ رہے تھے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور ؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

کانفرنس ہال سے باہر تین دن تک چاڈ کے ہزاروں افراد نے معزز مہمانوں کا روایتی انداز میں خیر مقدم کیا۔ اور اسکے علاوہ ہزاروں افراد جو مختلف قبائل کی نمائندگی کرتے تھے' اپنے زرق برق لباس میں ملبوس اور روایتی ہتھیار سجا کر گھوڑوں پر دو طرفہ کھڑے تھے۔

پاکستانی مندوبین کا وفد اس کانفرنس میں تعداد کے لحاظ سے بڑا وفد تھا' تقریباً چونتیس افراد نے شرکت کی۔ ملک کی تمام اسلامی اور محبِ وطن جماعتوں کے سربراہوں اور چیدہ چیدہ افراد نے نمائندگی کی۔ پاکستانی وفد کے ہمراہ لیبین ایمبیسی پاکستان کے اہم ذمہ دار اور تعلقات عامہ کے رئیس جناب الشیخ عبداللہ جبران صاحب تھے۔ جنہوں نے سارے سفر میں مہمانوں کا انتہائی خیال رکھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے خدام کیساتھ ملکر مہمانوں کیلئے ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کی کوشش کی۔ اور آپ نے کسی بھی طور پر یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ آپ کسی ملک کے قونسلر یا اہم ذمہ داری پر فائز شخصیت ہیں۔ حتیٰ کہ مہمانوں کے بیگ اور دیگر سفری سامان بھی آپ از خود گاڑیوں میں چڑھانے سے گریز نہ کرتے۔ کاش کہ پاکستانی ایمبیسٹر اور اعلیٰ احکام بھی ایسی مثالیں قائم کریں۔ خدا کرے کہ یہ کانفرنس عملی طور پر اتحادِ امت کیلئے ایک اہم پیش رفت ثابت ہو' اور نئی صدی میں آئندہ کے سفر کے لئے زادِ سفر اور مشعل راہ کا کام دے سکے۔ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات پر پاکستانی اخبارات اور میڈیا کی شرمناک غفلت۔ اور ادارہ کیساتھ تعزیتِ کنندگان کیلئے اظہار تشکر

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ کی جدائی پر آسماں بھی رو رہا ہے اور زمین بھی دریائے غم بہا رہی ہے۔ عالم عرب بھی ماتم کناں ہے اور اہل عجم بھی سراپا سوز الم میں ڈوبے ہوئے ہیں علمی حلقوں پر اب تک سوگواری کی فضا طاری ہے اور ادبی مجلسوں پر بھی گردِ غم چھائی ہوئی ہے۔ دینی مدارس سراپا حزن و درد اور خانقاہیں سوگوار وخاموش ہیں۔ دینی صحافت کا قافلہ بھی اپنے امیرِ کارواں کی وفات پر صحرائے غم کی وادی تیہ میں سرگرداں نظر آرہا ہے۔

اُف یہ ظلمتِ شب کی سیاہی اور نجمِ سحر کی روپوشی۔ امت مسلمہ کی ڈوبتی کشتی اور آگے سے ناخدا کی جدائی۔ مریضانِ ملک وملت کی مجروح حالت اور مسیحا کی موت۔ قیامت نما حادثے کی شدت ہر کسی نے محسوس کی لیکن افسوس صد افسوس پاکستانی پریس اور میڈیا پر جس نے اس حادثے پر بہت کم لکھا اور اسکا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ معمولی استثنا کے ساتھ ملک کے تمام بڑے اخبارات و جرائد نے حضرت مولانا علی میاںؒ کی وفات پر کوئی خاص کوریج نہیں دی۔ حضرت مولانا علی میاںؒ ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ پاکستان اور ساری امت مسلمہ کے سب سے قیمتی سرمایہ تھے۔ ہم پاکستانی حضرت مولانا علی میاںؒ کی مبارک روح سے اس غفلت اور تجاہل پر معذرت خواہ ہیں۔ یقیناً ہمارا معاشرہ اور پاکستانی پریس انحطاط کی ان پستیوں تک چلا گیا ہے جہاں کنجروں' طوائفوں' گویوں اور فنکاروں کے ماتھے کا معمولی بل بھی ان کیلئے سوہانِ روح ہے۔ لیکن علم و فضل کا نقصان تو کجا اس کی موت پر بھی انہیں نہ افسوس ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی تعجب! اگر کسی ہندوستانی یا مغربی فاحشہ ایکٹریس کا پرس بھی گم ہو تو ہمارا قومی پریس آسمان سر پر اٹھالیتا ہے۔ اور اگر کسی کنجر کے سر میں معمولی درد بھی اٹھتا ہے۔ تو انکے دلوں کے پرزے اڑنے لگتے ہیں۔ بھارتی ہیروئینز کے جنسی سکینڈلز ہمارے ملک کے بڑے بڑے اخبارات کی نہ صرف غذا بلکہ روح ہوتے ہیں۔ ہم اس معاشرے اور ایسے پریس سے کس قسم کے انقلاب کی توقع رکھ سکتے ہیں؟

حضرت مولانا علی میاںؒ کی وفات کے سلسلے میں راقم اور ادارے کو درجنوں تعزیت کنندگان کے خطوط، ٹیلیفونز اور تعزیتی پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ جس سے ہمارے درد و غم میں کافی کمی محسوس ہوئی۔ حضرتؒ کی اچانک وفات نے دادا جان حضرت مولانا عبدالحقؒ کا پرانا غم پھر سے تازہ کر دیا تھا۔ کرمفرماؤں کی محبت اور تعزیت سے بڑی ڈھارس بندھ گئی۔ راقم ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے ہمیں تعزیت کا مستحق سمجھا۔ اور اسی طرح ان تمام علمی حلقوں کا شکر گزار ہے جنہوں نے ماہنامہ الحق کے حضرت مولانا علی میاںؒ نمبر کی پذیرائی کی۔ (راقم نے انتہائی عجلت میں اسکو تیار کیا اور تعزیتی شذرہ بھی ائیرپورٹ جاتے ہوئے افراتفری میں لکھا۔ گو کہ یہ سب کچھ حضرتؒ کے شایان شان نہیں تھا۔ لیکن ان شاء اللہ ماہنامہ الحق برابر حضرت مولانا علی میاںؒ کی خدمات اور عالمگیر کارناموں کیلئے اپنے صفحات پیش کرتا رہے گا۔ موجودہ شمارہ بھی گزشتہ نمبر کا ایک تسلسل ہی ہے۔ میری اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی تحریرات سے ہمیں سرفراز فرمائیں۔ تاکہ یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہے۔) یقیناً حضرتؒ کی وفات سے ہر شخص یتیم ہو گیا ہے۔ خاکسار کے خیال میں امت مسلمہ کا ہر ایک فرد ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کا مستحق ہے کیونکہ قافلہ علم و فضل اور کاروانِ دعوت عزیمت کا آخری ہمرکاب بھی ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گیا۔ امت مرحومہ کا آخری حدی خواں، رہبر و راہنما اور چراغ آخرِ شب بھی بجھ گیا۔ عرب کے صحرا تو صدیوں سے خشک ہو چلے تھے لیکن ہندوستان کے تین سو سالہ مقفل علمی میخانہ کی رونقیں بھی جاتی رہیں جو حضرت مولانا علی میاںؒ جیسے اکابرین امت کے دم خم سے قائم ہو چلی تھیں۔ افسوس کہ اہل اسلام کا یہ میخانہ ء فیض بھی بند ہو گیا۔ اب تو سورج کا چراغ بھی لے کر نکلئے تو پورے عالم اسلام میں حضرت مولانا علی میاںؒ کے قد کاٹھ کی شخصیت تو کجا عام علم و فضل والے بھی کم دیکھنے کو ملیں گے۔ ہر دور میں ماتم کرنے والوں نے علمی شخصیات کی جدائی پر رونا رویا ہے۔ اور قحط الرجال کا شکوہ کیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کیا امت مسلمہ پر پندرہ سو برس میں ایسا وقت آیا تھا؟ نہیں! ہر گز نہیں!! ہر زمانے میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کونے میں علم و فضل کے آسماں موجود رہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی آستینوں میں ید بیضا لئے پھرتے تھے۔

لیکن اب تو کچھ بھی نہیں بچا۔ یہ تحریر مایوسی یا قنوطیت کی غماز نہیں بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ ہشت پہلو شخصیت اور معتدل مزاج واعظ 'دانا ناصح' عظیم مفکر 'اور مسیحائے ملت امت کی صفوں کو خالی کر گیا۔ یقیناً اب بھی معاشرے میں لاکھوں نیک افراد اور ہزاروں علماء فضلاء الحمد للہ موجود ہیں لیکن کہیں تعصب کی پرچھائیاں ہیں اور کہیں مسلک کی مجبوریاں۔ کسی کے ہاں اعتدال نہیں پایا جاتا تو کسی کے ہاں حد سے زیادہ تجاوز اور غلو۔ بہر حال یہ حضرات اور ادارے بھی ملک و ملت کیلئے نہروں کا کام دے رہے ہیں لیکن وہ ناپیدا کنار سمندر تو خشک ہو چلا 'جس سے ہر قسم کے تشنہ کام سیراب ہوا کرتے تھے۔

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے؟
اب نہ وہ میکش رہے باقی نہ میخانے رہے
رو رہی آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہیں خاموش وہ دشت جنوں پرور جہاں!
رقص میں لیلا رہی لیلا کے دیوانے رہے
اور سے تھا جنہیں ذوقِ تماشا وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تو وعدۂ دیدار عام آیا تو کیا
انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اٹھ گئے
ساقیا! محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا
آہ! جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی
پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا
آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصود ہر پروانہ تھا
اب کوئی سودائی سوزِ تمام آیا تو کیا

درس ترمذی شریف

افادات : حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

ضبط و ترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

نظامِ اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کی کتاب الاطعمہ کی روشنی میں

باب ماجاء فی اکل الدباء

کدو کھانا

حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا الليث عن معاوية بن صالح عن ابى طالوت قال دخلت على انس بن مالك وهو يأ كل القرع وهويقول يالك شجرة مااحبك الى لحبَ رسول الله ﷺ اياك وفى الباب عن حكيم بن جابر عن ابيه هذا حديث غريب من هذا الوجه۔ ترجمہ : حضرت ابو طالوت فرماتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے ہاں داخل ہوا تو وہ کدو کھا رہے تھے اس حال میں کہ وہ فرما رہے تھے کہ اے وہ سبزی تم کتنی محبوب ہو مجھ کو رسول اللہ کی محبت کی وجہ سے جو تیرے ساتھ تھی۔

حدثنا محمد بن ميمون المكى ثنا سفيان بن عيينة قال ثنى مالك عن اسحاق بن عبدالله بن ابى طلحة عن انس بن مالك قال رأيته يتبع فى الصحفة يعنى الدباء فلا ازال احبه هذا حديث حسن صحيح وقد روى هذا الحديث من غيروجه عن انس بن مالكؓ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ برتن (پلیٹ میں) کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے تھے تو مجھے اسی دن سے اسکے ساتھ محبت ہونے لگی۔

تشریح :۔ کدو رسول کریم ﷺ کو پسند تھا اور اسکا شمار آپؐ کے پسندیدہ کھانوں میں ہوتا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ ہر وقت کدو کھاتے رہتے تھے یہ تو عشق کا ایک معیار ہے۔ صحابہ کرامؓ

کا بڑا عجیب مقام ہے۔ رسول کریم ﷺ نے جس چیز کو محبت کی نگاہ سے دیکھا ہے تو صحابہ نے ساری عمر اسکے ساتھ عشق کیا ہے۔ کہ یہ چیز رسول کریم ﷺ کو محبوب تھی اس لئے کہا جاتا ہے

ع حبیب الحبیب حبیب کہ محبوب کا محبوب محبوب ہوتا ہے۔

تو یہاں بھی رسول اللہ ﷺ نے سبزیوں میں کدو پر معمولی سی توجہ کی ہے اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا ہے تو بہت سارے صحابہ کو ساری زندگی اس سے محبت رہی اور اسکی مدح میں اشعار اور قصائد پڑھے ہیں اب بھی شعراء، صوفیاء اور بزرگان دین نے اس سے محبت کی انتہا کی ہے۔ اور اس سے مختلف اشیاء یعنی سبزی، رائیتہ، مربہ، حلوہ، کھیر وغیرہ بنا کر استعمال کرتے ہیں تو یہ محبت کا مقام ہے۔ لاہور میں ایک مشہور ہوٹل ہے اسکی کھیر زیادہ مشہور ہے جو کدو سے تیار کی جاتی ہے۔

الدباء کی تحقیق الدباء عموماً کدو کی دو قسمیں ہیں ایک لمبا ہوتا ہے اور دوسرا گول۔ الدباء دال کے ضمے اور دباء کے تشدید اور مد کیساتھ کدو کو کہا جاتا ہے اسکا واحد دباۃ آتا ہے دوسری قسم کا کدو گھروں میں ہوتا ہے تو ان دونوں کو الدباء کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے گول کدو کو دباد کہا ہے مگر یہ رائے صحیح نہیں۔ البتہ اس گول چھوٹے چھوٹے کو قرع کہا جاتا ہے۔

قرع قاف کے فتحہ اور راء کے سکون کیساتھ مروی ہے، حضرت ابو طالوت فرماتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ کدو کھا رہے تھے اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی، کدو کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھا یالک شجرۃ مااحبك الی لحب رسول اللہ ﷺ ایاك کہ اے سبزی تو مجھے کتنی محبوب ہے اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو پسند کیا ہے۔

تو یہاں لک کا لام تعجب کیلئے ہے۔

وجہ عشق اس عشق کی وجہ اس باب کی دوسری حدیث میں حضرت انسؓ خود بیان فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ ایک دن کھانے پر تشریف فرما تھے اور ایک بڑے برتن میں کدو کا سالن تھا جس میں شوربہ زیادہ اور کدو کے چند ٹکڑے تھے تو رسول اللہ ﷺ اس سالن میں کدو کے ٹکڑوں کو تلاش کر رہے تھے اور ٹٹول رہے تھے۔

تشریح حدیث شمائلی

حوالی : لام کے فتحہ اور یاء کے سکون کے ساتھ ارد گرد کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں کسرہ التقاء ساکین کی وجہ سے آیا ہے بعض نے کہا ہے کہ حوالی اصل میں حوالین تھا جیسے جانبین تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا اور حوالی بن گیا لیکن پہلی رائے صحیح ہے۔

القصعة : قاف کے فتحہ کے ساتھ اس برتن کو کہا جاتا ہے جسمیں دس آدمی کھانا کھا سکتے ہوں شمائل کے بعض نسخوں میں الصحفة کے الفاظ بھی مروی ہیں یہ اس برتن کو کہا جاتا ہے جسمیں پانچ آدمی کھانا کھا سکتے ہوں، جبکہ بعض لوگوں نے دونوں کو ایک ہی معنی میں لیا ہے۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کدو کے ٹکڑوں کو ٹٹولنے کی دو صورتیں تھیں :

ا۔ آپؐ صرف اپنی جانب سے تلاش کر رہے تھے، اس لئے کہ دوسروں کی طرف ہاتھ بڑھانا صحیح نہیں آپؐ نے خود تعلیم دی ہے کہ کل ممایلیك کہ جو سامنے ہو اسکو کھاؤ۔

۲۔ اور دوسری صورت یہ تھی آپؐ برتن کے تمام کونوں میں تلاش کر رہے تھے۔

اعتراض : مگر اس صورت پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپؐ نے خود یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے سامنے سے کھایا کریں تو پھر کیسے دوسروں کی طرف ہاتھ بڑھا کر تلاش کرتے تھے ؟

جواب : محدثین نے لکھا ہے کہ آپؐ کا دوسروں کو منع کرنا اسلئے تھا کہ بعض لوگوں کو دوسروں سے گھن آتی ہے اور آپؐ سے کسی کو بھی گھن نہیں آتی بلکہ وہاں تو اسکا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ تو علت کی عدم موجودگی کی وجہ سے آپؐ نے ایسا کیا ہے۔ بلکہ صحابہ کرامؓ تو آپؐ کے آثار سے تبرک حاصل کرتے تھے اور آپؐ کے جسم مبارک سے وضو کے قطرات تک کو زمین پر گرنے نہیں دیا۔ اسلئے آپؐ دوسروں کے سامنے سے کدو کے ٹکڑوں کو تلاش کر رہے تھے اس میں کوئی حرج نہ تھی۔

بلکہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں فجعلت اتتبعه اليه ولا اطعمه وأضعه بين يديه لما اعلم انه يحبه (الحدیث) جب مجھے علم ہوا کہ آپ کدو کو پسند فرماتے ہیں تو میں تلاش کر کر کے آپ کے سامنے رکھتا تھا اور خود نہیں کھاتا تھا۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی اکرام اور محبت کی وجہ سے دوسروں کے سامنے کھانے کی چیز رکھنی چاہیے۔

ملا علی قاریؒ نے شرح السنۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے

اس بات کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ اگر کھانا مختلف قسم کا ہو تو اپنے سامنے کے علاوہ دوسرے کے سامنے سے کھانا لینے کیلئے ہاتھ بڑھانا کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ساتھی برا محسوس نہ کرے۔

تو انسؓ نے آپؐ کی یہ کیفیت دیکھی تو ساری عمر اسکے ساتھ محبت کرتے رہے۔ اور ساری عمر کدو کے باغات لگایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ رسول اکرم ﷺ کے خاص خادم ہیں، دس سال تک آپؐ کی خدمت میں گزارے ہیں اس لیے آپؓ کدو کو عشق کی حد تک پسند فرماتے تھے۔ جو کیفیات انہوں نے دیکھی ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں کدو کے پودے کے ساتھ بھی باتیں کرتے تھے اور روتے تھے اور آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اس عشق و محبت کی وجہ سے آپ ساری عمر کدو کے باغات لگاتے رہے اور بصرہ میں آپ کے اعلیٰ قسم کے باغات ہوتے تھے۔

کدو کا وزن: حضرت انسؓ کے باغات میں اتنے بڑے کدو ہوا کرتے تھے کہ ایک خچر نہیں اٹھا سکتا تھا، عام طور پر کدو کا وزن ایک پاؤ سے ایک دو کلو تک پایا جاتا ہے۔ امریکہ میں 4-6 کلو کا وزنی کدو عام طور پر ملتا ہے، ہمارے پاکستان کے ضلع ہزارہ میں ایک کاشت کار نے دس کلو کا وزنی کدو کاشت کیا ہے بعض کاشتکاروں کا دعویٰ ہے ۳۰ کلو وزنی کدو بھی ہوتا ہے۔ اللہ نے اسکی وجہ سے آپ کو بہت ساری برکتوں سے نوازا تھا چونکہ رسول اکرم ﷺ نے انسؓ کو مال واولاد میں برکت کی دعائیں فرمائیں تھی، یہ رسول اللہ کی دعا کی برکت تھی کہ جب آپکا دنیا سے انتقال ہو رہا تھا تو آپکے 120 پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں زندہ تھے۔ بصرہ میں آپ کے بڑے بڑے عظیم الشان باغات تھے، تو یہ محبت کے درجات ہیں اب بھی کدو کے ساتھ ہونی چاہیے، لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو اسکے کھانے اور پسند کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اگر تمھاری طبیعت نہ مانے تو اور بات ہے آپ نہ کھائیں اس لئے کہ بعض لوگوں کو چینی اچھی نہیں لگتی کسی کو شکر اور گڑ پسند نہیں ہوتا تو آپ اسکو مجبور نہیں کر سکتے کہ ضرور کھائے مگر جب کہا جائے کہ فلاں چیز آپؐ کو پسند تھی تو اسکو برا مت کہیں۔ بعض ظالم لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں ایک آدمی حدیث بیان کرتا ہے تو دوسرا تکبر اور غرور سے کہتا ہے کہ جاؤ یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے ایسا آدمی مرتد ہو کر واجب القتل ہو جاتا ہے اتنی بڑی ایذا ہے رسول اکرم ﷺ کی پسندیدہ چیز کو گھٹیا سمجھ کر

امام ابو یوسف ھارون الرشید کے دربار میں تشریف فرماتھے۔ہارون الرشید بہت بڑے جاہ و جلال والے بادشاہ تھے اسلامی تاریخ میں آپ جیسا جاہ و جلال اور شان و شوکت والا حکمران نہیں گزرا۔ آپ میں جمال اور جلال کی جملہ صفات جمع تھیں، جب بادل آتے تو فرماتے کہ جاؤ جہاں برستے ہو برسو، چاہے افریقہ میں برستے ہو یا تاجکستان اور ازبکستان یا ہندوستان میں برستے ہو یعنی جس ملک میں برسو گے اس کا خراج میرے خزانے میں آئے گا۔ آپ کے دور میں اسلامی ریاست اتنی وسیع ہو چکی تھی، جیسا کہ پرانے زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ انگریزی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ اسلئے ہر جگہ انگریز کی بادشاہت تھی اگر ایک جگہ ڈوب جاتا تو دوسری جگہ موجود ہوتا، تو ہارون الرشید کے زمانہ میں یہ کیفیت تھی کہ اسکی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا تو آپ اسکی تعبیر ان الفاظ سے کرتے تھے کہ اے بادل جاؤ جہاں چاہو برسو فائدہ مجھے ہی پہنچے گا۔ اور قاضی ابو یوسفؒ اسکے قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے۔ دربار لگا ہوا تھا وزراء، امراء اور درباری موجود تھے کسی شخص نے یہ حدیث پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کدو بہت پسند تھا تو ایک امیر نے ناک بھوں چڑھا کر کہا کہ یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے تو اسی وقت امام ابو یوسفؒ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور کھڑے ہو گئے اور چیخ اٹھے کہ النتع والسیف، چونکہ آپ چیف جسٹس تھے فوراً حکم دیا کہ تلوار اور کھال لے آؤ اس زمانہ میں دربار کے اندر ہی آدمی کو ذبح کیا جاتا تھا۔

النتع اس بڑی کھال کو کہتے ہیں جو اونٹ یا گائے کی کھال سے گول بنایا ہوا ہوتا ہے۔ جو دربار میں یا کسی اور جگہ کسی کو قتل کرنے کیلئے استعمال ہوتا تھا، اس پر ریت وغیرہ ڈالکر آدمی کو قتل کیا جاتا اور پھر اسکو لیجاتے تھے اسکے ذریعے دربار گندگی سے محفوظ رہتا تھا۔ تو آپ نے حکم دیا کہ تلوار اور کھال لاؤ، کہ ایک بڑا وزیر قتل ہونے والا ہے۔ اسلئے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی محبوب چیز کے مقابلہ میں ایسی بات کہی ہے آج اس ملک میں یہ بڑا تنازع ہے کہ توہین رسالت کی سزا ہونی چاہیے یا نہیں؟ ہمارا کفار اور یہودیوں سے واسطہ پڑا ہے کہ انکے ہاں توہین رسالت کی کوئی پرواہ نہیں۔

جنرل ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں توہین رسالت کا قانون بنا تھا اسکو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے [illegible]

ہمارے آئین اور قانون کی چھوٹی چھوٹی دفعات پر بھی اسکی نظر ہے کہ یہ لوگ کوئی ایسا دفعہ نہ لائیں کہ جس سے اسلام کی عظمت اور اہمیت ظاہر ہو شناختی کارڈ میں اپنا مذہب نہیں لکھو گے کہ تم مسلم ہو یا غیر مسلم ہو، امریکہ کہتا ہے کہ یہ تشخص ختم ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی اسکا کہنا ہے کہ جو شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو اسکو قتل کی سزا نہ ہو گی اسکو قتل نہ کیا جائے۔ براہ راست امریکہ ہمیں کہہ رہا ہے کہ اس قانون کو ختم کرو۔

وہاں کے صدر کی توہین کرنا جرم ہے اور ہمیں کہتے ہیں پیغمبر کی توہین کرنے والے کو سزا نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارے ہاں تو یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے اور اسکو معاف کیا جائے۔ یہاں تو توہین کا درجہ بھی نہیں صرف کدو کے دربار میں اس نے ایسے الفاظ کہے ہیں اور قاضی اسکو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو توہین رسالت بہت بڑی چیز ہے گالی تو معاف نہیں ہوسکتی، اس عنوان پر امام ابن تیمیہؒ کی الصارم المسلول علی شاتم الرسول ایک مستقل کتاب ہے ویسے تو ہر دور میں توہین رسالت پر کتابیں لکھی جاچکی ہیں کہ جس نے رسول اللہ کی توہین کی اور آپؐ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے تو اسکی سزا قتل ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ بہت بڑے آدمی ہیں مجدد ہیں ان کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں نہ سنیں۔

<u>کدو کے فوائد</u> علماء حدیث اور اطباء نے کدو کے بہت سے فوائد لکھے ہیں :ایک صاحب نے بیس تک بڑے بڑے فوائد بیان کئے ہیں۔

(۱) کدو بذات خود بھی جلد ہضم ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ہضم کرتا ہے۔

(۲) عقل کو تیز اور دماغ کو قوت دیتا ہے۔

(۳) بخار میں مبتلا شخص کو آرام وسکون دیتا ہے۔

(۴) بزرگوں سے منقول ہے : من اکل القرع بالعدس رق قلبه وزید فی جماعه وان اخذ بالرمان الحامض والسماق نفع الصفرا جس کسی نے مسور کے دال کے ساتھ کدو پکا کر کھایا اسکا دل مضبوط ہوا اور قوت مردمی میں اضافہ ہو گا۔ اگر اسے میٹھے انار اور سماق کے ساتھ ملایا جائے تو یہ صفراء کو دور کرتا ہے۔ سماق ایک قسم کی بوٹی ہے جو بھوک بڑھانے کے لئے

استعمال کی جاتی ہے۔ (۵) گرمی کے سر درد کو دور کرتا ہے

(۶) پیٹ کو نرم کرتا ہے۔

(۷) بخار کو توڑنے کیلئے کدو کھلانے اور کاٹ کر جسم پر پھیرنے سے کوئی اچھی دوا نہیں۔

(۸) پیاس بجھاتا ہے اور جگر کی گرمی کو دور کرتا ہے۔

(۹) کدو کا بھرتہ کر کے اسکا پانی نکال کر آنکھ میں ڈالنے سے یرقان کی زردی جاتی رہتی ہے۔

(۱۰) کدو کو کھانڈ کے ساتھ پکا کر دینے سے جنون اور خفقان میں فائدہ ہوتا ہے۔ اسکے پانی کی کُلیاں کرنے سے مسوڑھوں کا ورم جاتا رہتا ہے۔

(۱۱) کدو کا چھلکا پیس کر کھانے سے دانتوں اور بواسیر سے آنے والا خون بند ہو جاتا ہے۔

(۱۲) کدو کا مربہ جگر کی سوزش کیلئے از حد مفید ہے۔

(۱۳) کدو کا بیج خون نکلنے کو روکتا ہے۔

(۱۴) کدو کے تیل کو سر میں ملنا نیند کیلئے مفید ہے اور دارو چمبل کیلئے فائدہ مند ہے۔

(۱۵) کدو کا بیج جسم کو فربہ کرتا ہے۔

(۱۶) ہومیو پیتھک کے ماہرین کہتے ہیں کہ متلی اور قے کو روکنے کیلئے کدو سے کوئی بہتر دوا نہیں۔ اور حاملہ عورت کو حمل کے ابتدائی ایام میں صبح کی متلی اور استغراق کو روکنے کیلئے اکسیر ہے اور پیٹ سے کیڑے نکالنے کیلئے مفید اور یقینی دوا ہے۔

(۱۷) کدو کے مغز کے دو بڑے چمچے شہد کیساتھ کھانے سے پیشاب کی جلن ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۸) جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ پیٹ کی تیزابیت کو ختم کرنے میں اکسیر دوا ہے۔

(۱۹) کدو کا پھل کو سرکہ میں گھول کر پیروں پر لگانے اور محلول کھانے سے پیروں کی جلن درست ہوتی ہے۔

(۲۰) دہلی کے اطباء کڑوا کدو کو خشک کر کے جلا کر شہد میں ملا کر اسکی سلائی ان مریضوں کو لگاتے تھے جنہیں نے رات کے وقت ٹھیک دکھائی نہیں دیتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا شہاب الدین ندوی
دار الشریعۃ، بنگلور۔ ۲۹ انڈیا

سورج کی موت اور قیامت

قرآن، حدیث اور سائنس کی نظر میں

(قسط نمبر ۱)

اسلامی عقائد میں توحید اور رسالت کے بعد یوم آخرت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ انہیں عقائد کے اثبات سے انسانی کردار و کیرکٹر کی درستی عمل میں آتی ہے۔ یوم آخرت یا قیامت کا عقیدہ ایک ایسا کوڑا یا ہنٹر ہے جو انسان کو قابو میں رکھ سکتا ہے جس کے مطابق ہر انسان کو اسکے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔

اسلام کی ایک پیش گوئی

اسلامی عقائد ادعائی یا دقیانوسیت کی نشانی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ حد درجہ علمی و عقلی ہیں، جن کی صداقت پر نظام کائنات گواہ ہے۔ چنانچہ اسلامی عقائد اور تعلیمات کی تصدیق و تائید جدید ترین انکشافات کے ذریعہ مسلسل ہو رہی ہے، جو اس بات کا واضح اور ناقابل تردید علمی و سائنٹفک ثبوت ہے کہ یہ پوری کائنات اسی علیم و خبیر اور لازوال ہستی کی پیدا کردہ ہے جس نے نبی آخر زماں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ایک بے نظیر اور معجزانہ کتاب بھیجی جو اس کائنات کے ایسے ''بھیدوں'' پر مشتمل ہے جن کو چودہ سو سال پہلے کوئی بھی انسان نہیں جانتا تھا اور ان بھیدوں میں سے ایک بھید سورج کی ''موت'' اور وقوع قیامت کا نظارہ ہے۔ چنانچہ نہ صرف قرآن عظیم میں سورج اور ستاروں کی ''طبیعی'' موت کی پیش گوئی واضح انداز میں مذکور ہے بلکہ حدیث نبوی میں اسکی شرح و تفصیل بھی وارد ہوئی ہے۔ نیز صدیوں پہلے مفسروں اور راویان حدیث نے بھی اس قرآنی پیش گوئی کا صحیح صحیح مفہوم بیان کر کے اس نظریہ و عقیدے کو مزید مستحکم کر دیا ہے۔

نظام کائنات کی گواہی

چنانچہ اب چودہ سو سال بعد جدید سائنس اور اسکے انکشافات نے ہو بہو وہی مفہوم بیان

کر کے اسلامی عقائد و تعلیمات کی صحت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور یہ بڑی ہی ایمان افروز کہانی ہے جس کے ملاحظے سے اسلام کے مذکورۂ بالا تینوں عقائد علم و عقل کی روشنی میں صحیح ثابت ہوتے ہیں اور الحاد و مادہ پرستی کی تردید ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کے ملاحظے سے ثابت ہوتا ہے کہ :

ا۔ یہ کائنات کوئی الل ٹپ یا اتفاقی حادثہ نہیں ہے، بلکہ اسکا خالق اور رب بھی ہے جو اس کائنات کے تمام اسرار سربستہ سے واقف ہے، اور یہی خدائے ذوالجلال ہے۔

۲۔ خالق کائنات نے چونکہ اپنی تخلیقات کے اندرونی رازوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے انہیں اپنی کتاب حکمت میں چودہ سو سال پہلے ہی محفوظ کر دیا ہے جن کی تصدیق و تائید انکشافات جدیدہ کے ذریعہ ہو رہی ہے، لہذا ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب (قرآن عظیم) برحق ہے اور وہ اسی ہستی کی جانب سے نازل شدہ ہے جس نے یہ رنگارنگ کائنات بنائی ہے۔ ورنہ اس قدر لازوال سچائیاں ظہور میں نہ آتیں۔

۳۔ قرآن عظیم جس ہستی پر نازل ہوا وہ خدا کے سچے رسول تھے جنہوں نے کلام الٰہی کو بے کم و کاست انسانوں کے سامنے پیش کیا۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی بلکہ جو کچھ بھی کہا وہ وحی الٰہی کی بدولت کہا۔

رونگٹے کھڑا کر دینے والی داستان

اس اعتبار سے توحید، رسالت اور یوم آخرت کے اثبات کیساتھ ساتھ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا بھی سائنٹیفک نقطۂ نظر سے ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس بحث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ عالم رنگ و بو ایک زبردست اسکیم اور پوری منصوبہ بندی کے تحت وجود میں آئی ہے اور ایک مکمل پلان کے تحت جاری و ساری ہے۔ چنانچہ اس موقع پر سورج کی "طبیعی موت" پر (جو وقوع قیامت کی ایک واضح علامت ہے) جدید ترین سائنسی تحقیقات کا ایک جائزہ پیش کیا جائے گا اور پھر قرآن و حدیث کے ابدی حقائق اور مفسرین و محدثین اور راویان حدیث کی تشریحات پیش کی جائیں گی، جن سے یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح سامنے آئے گی کہ ان سب کا تال اور سُر ایک ہی ہے۔ نیز یہ

کہ قرآن اور حدیث میں سورج اور چاند ستاروں کی موت اور اختتام کائنات کے بارے میں ایسے زبردست انکشافات موجود ہیں جو رونگٹے کھڑا دینے والے ہیں۔

چاند اور سورج باضابطہ وبار فتار

یہ کائنات بخت واتفاق کے تحت وجود میں نہیں آئی، بلکہ اسکا ایک خالق وناظم ہے جس نے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اسے وجود بخشا ہے۔ چاند، سورج اور ستارے اس کائنات میں باضابطہ طور پر رواں دواں ہیں۔ اس سلسلے میں ایک سائنٹفک حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حیوانات و نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر جوان ہوتے ہیں اور پھر بوڑھے ہو کر مر جاتے ہیں بالکل اسی طرح چاند ستارے بھی پیدا ہوتے پھر جوان ہوتے ہیں اور پھر بوڑھے ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسکی تفصیل آگے آرہی ہے اسی لئے قرآن حکیم میں چاند سورج اور ستاروں کی ماہیت اور انکے ضوابط میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمره، إن فى ذلك لايات لقوم يعقلون (نحل: ۱۲) "اور اس نے تمہارے لئے دن رات اور چاند سورج کو رام کر دیا ہے اور ستارے بھی اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ ان مظاہر میں عقل والوں کے لئے کافی نشانیاں موجود ہیں۔"

اس سلسلے میں ایک دوسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ چاند اور سوج ایک مقررہ مدت یا ایک حسابی ضابطے کے تحت چکر کاٹ رہے ہیں۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔ یو لج الليل فى النهار ويولج النهار فى الليل وسخر الشمس والقمر كل يجرى لا جل مسمى ذلك الله ربكم له الملك (فاطر: ۱۳) "وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ اور اسی نے سورج اور چاند کو قابو میں کرر کھا ہے۔ (چنانچہ) ہر ایک ایک مقررہ مدت کے مطابق دوڑ رہا ہے۔ یہی ہے تمہارا رب اور اسی کیلئے ہے (اس کائنات کی) پوری بادشاہی۔"

اس موقع پر "اجل مسمى" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ لفظ "اجل" کے معنی مقررہ مدت کے ہیں (المدة المضروبة للشمى (۱)) اور "مسمى" کے معنی بھی مقررہ کردہ یا محدود کے آتے ہیں (سمى الاجل: عينه وحدده) (۲)۔

اس لحاظ سے اس میں مزید تاکید پیدا ہو گئی ہے اور اسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ مدت جو بالکل مقررہ ہو۔ اور اس مقررہ مدت کے دو مفہوم یا دو مصداق ہو سکتے ہیں : (i) چاند اور سورج دونوں ایک مقررہ حساب سے چل رہے ہیں۔ (ii) یہ دونوں ایک مقررہ مدت تک چلتے رہیں گے۔ پہلی صورت میں لفظ "یجری" حال کے معنی پر دلالت کرنے والا ہو گا جیسا کہ اوپر مذکور سورۂ فاطر کی آیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ مستقبل کے معنی پر دلالت کرنے والا ہو گا جیسا کہ حسب ذیل آیت سے ظاہر ہو گا۔

وسخر الشمس والقمر كل يجري لا جل مسمي ، يدبر الامر يفصل الايات لعلكم بلقاء ربكم توقنون۔ (رعد : ٢) "اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے (چنانچہ ان دونوں میں سے) ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا۔ وہ معاملے کی تدبیر کر رہا ہے اور اپنی نشانیوں کو کھول کر بیان کر رہا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر سکو۔"

اس موقع پر "وقت مقررہ" سے مراد "یوم موعود" ہے۔ کیونکہ اس کے بعد جو تین حقیقتیں بیان کی گئی ہیں وہ وقوع قیامت پر دلالت کر رہی ہیں : (i) وہ پورے معاملے (نظام کائنات) کی تدبیر کر رہا ہے۔ ii۔ وہ اپنی نشانیوں کو (جو وقوع قیامت سے متعلق ہیں) کھول کھول کر بیان کر رہا ہے۔ iii۔ تاکہ تم اپنا آقا سے ملنے کا یقین کر سکو۔ یعنی وقوع قیامت کی سچائی کا نظارہ پورے یقین کیساتھ کر سکو۔ چنانچہ اس موقع پر وقوع قیامت سے متعلق جن نشانیوں کے ظہور کی پیش گوئی کی گئی ہے وہ جدید ترین سائنسی تحقیقات و اکتشافات کے باعث کھل کر سامنے آگئی ہیں۔ لہذا اب اگلی سطور میں ان پر بحث کی جائے گی۔

وقوع قیامت سائنس کی نظر میں

سائنسی نقطہ نظر سے ہمارے سورج جیسے ستارے بھی جیتے اور مرتے رہتے ہیں۔ ہماری اس کائنات میں اربوں کہکشائیں (ستاروں کی جھرمٹ) موجود ہیں۔ ہماری کہکشاں میں ہمارے سورج جیسے تقریباً ایک کھرب ستارے موجود ہیں (٣)۔ کہکشاؤں اور ستاروں کی یہ تعداد محیر العقول ضرور ہے مگر یہ کوئی افسانہ نہیں ہے۔ ماہرین فلکیات جدید ترین دوربینوں کے ذریعہ لاکھوں

نوری سال کے فاصلے پر واقع کہکشاؤں کا نظارہ کر کے انکی واضح تصویریں اتار چکے ہیں۔ سوج اور دیگر ستارے ہائیڈروجن گیس کے بنے ہوئے ہیں جو ایک جلنے والی گیس ہے۔ اور سوج کے بطن میں ڈیڑھ سے دو کروڑ ڈگری درجہ حرارت پائی جاتی ہے اور اس زبردست تپش کی بدولت اسکی ہائیڈروجن گیس مسلسل جلتے ہوئے ایک عنصر ہیلیم (۴) میں تبدیل ہوتی جارہی ہے جو جلنے کے قابل نہیں ہے بلکہ اسکی حیثیت راکھ کی طرح ہے جو کسی چیز کے جلنے کے بعد باقی رہ جاتی ہے۔ سورج در حقیقت ایک چراغ کی طرح ہے، جس کا "ایندھن" ہائیڈروجن گیس ہے۔ سورج کی روشنی اور اسکی حرارت اسی کے جلنے کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ اور جب یہ ایندھن ختم ہو جائے گا تو چراغ بھی بجھ جائے گا (۵) اب ظاہر ہے کہ اسکا سارا ایندھن ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہو کے رہے گا۔ تب وہ بالکل سرد اور بے جان ہو کر ایک طرف لڑھک جائے گا۔ اور یہ اسکی "موت" ہو گی۔ سائنس کی اصطلاح میں ایسے ٹھنڈے یا مردہ ستارے کو "سفید بونا" یا "وہائیٹ ڈراف" (۶) کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے سورج در حقیقت ایک بہت بڑا "تھرمل پلانٹ" ہے جو انسان کی خدمت بھی کر رہا ہے اور اسے ایک آنے والے دن کی خبر بھی دے رہا ہے۔ اس سلسلے میں ایک روسی سائنس داں جارج گیمونے (جس نے بعد میں امریکہ کی شہریت اختیار کر لی تھی) ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام ہی "سورج کی پیدائش اور موت (۷)" ہے چنانچہ اس نے سورج کی "طبیعیات" پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ سورج کے اندر بہت بھاری مقدار میں ہائیڈروجن گیس موجود ہے، جو مسلسل ہیلیم میں تبدیلی ہوتی جارہی ہے۔ بالآخر اسکی پوری ہائیڈروجن جل جائے گی، تب اسکا تھرمونیوکلیرری ایکشن بند ہو جائے گا۔ اور وہ ایک بعد ٹھنڈے جسم میں تبدیل ہو جائیگا۔

The sun has a larger percentage of hydrogen gas in its atmosphere which will be continually converted into helium. Eventually all hydrogen is going to be burnt up when the thermonuclear reaction will be ceased. It will turn into an immensely cold body (8).

اور اب یہ دینائے سائنس میں ایک "حقیقت" بن چکی ہے۔ کیونکہ یہ چیز طبیعی اور حسابی نقطہ نظر سے ایک حتمی صداقت نظر آرہی ہے اور اس حقیقت کو ہر سائنس داں صحیح تصور کرنے پر

خود کو مجبور پا رہا ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے "دائرۃ المعارف" انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس حقیقت کا اعتراف اس طرح موجود ہے۔

"سورج کے مستقبل کا ارتقاء بھی اسی طرح متوقع ہے جسطرح دوسرے عام ستاروں میں ہوتا ہے۔ آخر کار پوری ہائیڈروجن جل کر ختم ہو جائے گی۔ اور ہیلیم اور دیگر وزنی جوہروں کا نیو کلیائی تعامل شروع ہو جائیگا۔ اسکے نتیجے میں سورج کی کیمیائی ساخت بدل جائے گی اور اسکی روشنی میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس طرح وہ ایک "سرخ دیو"(۹) بن جائے گا۔ ارتقائی اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ سورج کو اس حالت تک پہنچنے کیلیئے ایک ارب سال درکار ہوں گے آخر کار جب نیو کلیائی توانائی کے سارے ذرائع ختم ہو جائینگے تو سورج اپنی آخری ارتقائی منزل تک پہنچ کر ایک "سفید بونا" بن جائے گا، یعنی ایک چھوٹے دائرے والا ستارہ"۔

The future evolutution of the sun is expected to be similar to that of other normal stars. Eventually all hydrogen will be burned up and nuclear reactions involving helium and heavier atoms will take over. This will change the chemical composition of the sun; as a resutl, the sun will increase in luminosity and thus turn into a red giant. Compoutations on evolutionary models predict that in a few times 10 years teh sun will reach the red giant stage. Finally, when all nuclear energy sources are used up, the sun will reach its last evolutionary statge; that is, it will become a white dwarf, star of small radius (10)

اس موقع پر یہ جو کہا گیا ہے کہ سورج کی حیات مستعار کے ابھی ایک ارب سال باقی ہیں تو یہ بات سورج کے جسم میں موجود ہائیڈروجن کی مقدار کے پیش نظر ہے کہ وہ جس رفتار سے اپنا "ایندھن" (ہائیڈروجن) کھوتا جا رہا ہے اس کے پیش نظر اسکے ایندھن کو ختم ہونے میں ابھی اتنا عرصہ لگے گا۔ مگر یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سورج ایک ارب سال سے پہلے ختم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خود سائنس دانوں ہی کی تحقیقات کے مطابق ہمارے سورج جیسے بعض ستارے پر اسرار قسم کے دھماکوں سے پھٹتے رہتے ہیں۔ اس طرح پھٹنے والے ستاروں کو "حادث ستارے" (نووے)

(۱۱) کہا جاتا ہے۔ اور ہماری کہکشاں میں ہر سال اس قسم کے تیس ستارے پھٹتے رہتے ہیں۔

About thirty Nova outburts are thought to occur each year in the Galaxy. (12)

اور یہ وہ تماشائے ربوبیت ہے جسکا آج سائنس داں اپنی طاقتور دوربینوں کے ذریعہ "مشاہدہ کرر ہے ہیں۔ اور اس اعتبار سے ہمارا اپنا سورج بھی کسی دن ایک حادث ستارہ (نووا) بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود جارج گیمو نے اسکا امکان ظاہر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ہمارا سورج بھی کسی دن اچانک ایک حادث ستارے کا روپ دھار کر ایک لطیف گیس میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اتنی سرعت کیساتھ ہو گا کہ کسی کو بھی محسوس نہ ہو گا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہاں البتہ اگر کسی بعید ترین نظام شمسی کے کسی سیارے پر بیٹھے ہوئے کچھ ماہرین فلکیات اپنی دوربینوں کے ذریعہ ہمارے سورج پر نگاہ ڈالیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ ایک حادث ستارہ نمودار ہوا ہے۔

If, one fatal day, our sun should choose to become Nova, the earth (and all teh other planets as well) would instantly be turned into a then gas; and it all would take place so fast taht nobody would ever have time to realize what happend. Only the astronomers, it there are any, on some distant planetary system of another star (13)

ایک عظیم قرآنی انکشاف

سورج کی پیدائش اور موت کی یہ پوری داستان جس کو دنیائے سائنس نے بیسویں صدی میں دریافت کیا ہے اسکا انکشاف قرآن عظیم کے ذریعہ روز اول ہی میں ایک علمی پیش گوئی کے طور پر اس طرح کر دیا گیا تھا: اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت (ایک وقت آئیگا) جب سوج بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ (تکویر: ۱۔۲)

اس موقع پر پہلی آیت میں سورج کی "بے نوری" یا اسکی موت کی خبر دی گئی ہے۔ اور دوسری آیت میں کائنات کے اختتام کی پیش گوئی کی گئی ہے جسکے نتیجے میں قیامت واقع ہو گی۔ چنانچہ پہلی آیت کی حقیقت اوپر مذکور سائنسی اکتشافات کے تحت عملی ظاہر ہو چکی ہے۔ سورج کی یہ موت ظاہر ہے کہ ہمارے پورے "نظام شمسی" کی موت ہو گی۔ کیونکہ جب سورج ہی نہیں رہے

گا جو روشنی، حرارت اور زندگی کا منبع ہے تو اسکے تابع سیاروں (جیسے عطارد' زہرہ' زمین 'مریخ' مشتری اور زحل وغیرہ) کا وجود بھی باقی نہ رہ سکے گا۔ اس اعتبار سے مجرد سورج کا اختتام نظام شمسی میں موجود تمام مخلوقات کے لئے قیامت کا دن ہو گا۔

اور دوسری آیت کے کئی مطالب ہو سکتے ہیں: اول یہ کہ ہماری کہکشاں (ملکی وے (۱۴)) کے تمام ستارے وسیارے آپس ہی میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں گے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی باہمی جذب وکشش (گراویٹیشن) کو ختم کر کے انہیں بکھیر دے گا۔ سوم یہ کہ یہ پوری کائنات جو اربوں کہکشاؤں اور کھربوں ستاروں پر مشتمل ہے (جیسا کہ اکتشافات جدیدہ کے تحت یہ بات پوری طرح متحقق ہے) وہ پوری کی پوری آپس ہی میں ٹکرا کر ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بات موجودہ "نظریہ عظیم دھماکہ" (بگ بینگ تھیوری (۱۵)) کی رو سے بہت ممکن نظر آتی ہے۔ اور حسب ذیل آیت کریمہ میں غالباً اسی قسم کے نظریہ کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے: یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب، کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین (انبیاء ۱۰۴)

" جس دن کہ ہم آسمان کو (اس کے تمام اجرام سمیت) اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح کہ مکتوبہ اوراق کا طومار لپیٹا جاتا ہے، جس طرح ہم نے (اس کائنات کی) تخلیق اول کی ابتدء کی تھی اسی طرح اسکا اعادہ کریں گے یہ ہمارے ذمہ ایک وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور پورا کریں گے۔"

قرآن، حدیث اور سائنس کی مطابقت

موجودہ سائنسی نظریات کی روشنی میں اس قسم کے حقائق کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہو گئی ہے۔ ورنہ قدیم نظریات کی روشنی میں اجرام سماوی کی گردش اور ان میں موجود باہم جذب وکشش کا مفہوم واضح نہیں تھا۔ لیکن تعجب ہوتا ہے کہ جدید نظریات واکتشافات سے بے خبر ہمارے قدیم علما ومفسرین نے بھی بالکل وہی مفہوم بیان کیا ہے جو جدید اکتشافات سے مطابقت رکھنے والا ہے اور اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ تازہ اکتشافات مارے لئے کوئی نئی چیز نہیں رہے، بلکہ اس قسم کے حقائق قرآن تو قرآن خود احادیث وروایات تک میں بھی بھرے ہوئے ہیں۔ اور اس قسم کے حقائق ومعارف کے ملاحظے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف قرآن عظیم سے مطابقت

رکھنے والے ہیں بلکہ جدید ترین سائنسی تحقیقات سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اور اس اعتبار سے آج قرآن کیساتھ ساتھ حدیث نبوی کی صدراقت اور اسکا اعجاز بھی ثابت ہو رہا ہے۔ نیز اس بحث سے روایان حدیث اور قدیم مفسرین کی صدق و سچائی پر بھی ایک نئی روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے تحقیقات جدیدہ سے یکسر ناواقف ہونے کے باوجود پوری ایمانداری کیساتھ وہی مفہوم ایک ''علمی امانت'' کے طور پر بیان کر دیا جو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ و تابعین۔ سے منقول ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ جس سورہ میں سورج کی بے نوری یا اسکی موت کی خبر دی گئی اسکا نام ہی ''تکویر'' رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی سورج کی ''بساط الٹنا'' یا اسکا ''بوریا بستر گول کرنا'' جو اختتام کائنات کی علامت ہے۔ اسی طرح قرآن کے آخری پارہ میں اس سلسلے کی مزید دو سورتیں موجود ہیں جو وقوع قیامت پر سائنسی نقطہ نظر سے نوع انسانی کو متنبہ کرنے والی ہیں اور وہ ہیں سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق۔ اور ان دونوں میں بھی ''ستاروں کی موت'' اور اختتام کائنات کی خبر دی گئی ہے اور اس اعتبار سے یہ تینوں سورتیں جو مختلف الفاظ و اسالیب میں ہیں، ایک ہی مضمون اور ایک ہی حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں۔ اذا السماء انفطرت واذا الکواکب انتثرت جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے بکھر جائیں گے (انفطار :۱۔۲)

چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کو قیامت کا دن اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے خوشی ہوتی ہو اسے چاہیے کہ وہ "اذا الشمس کورت "اور "اذا السماء انفطرت "اور "اذا السماء انشقت " پڑھے (۱۶)

ظاہر ہے کہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو کائنات کے اندرونی بھیدوں سے واقف ہو۔ ورنہ مستقبل میں پیش آنے والے علمی حقائق کے پیش نظر ماضی بعید میں کوئی صحیح اصول باضابطہ بیان کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور ضابطہ بھی کیسا؟ وہ جو قرآن کی مختلف آیات اور اسکے مختلف الفاظ کو ایک لڑی میں پرونے والا ہو! اس اعتبار سے قرآن تو قرآن خود حدیث نبوی کی بھی صحت و صداقت ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سرچشمہ ء علم سے صادر شدہ ہیں ورنہ ان دونوں میں اتنی زبردست مطابقت ہرگز نہ پائی جاتی۔ .... (جاری ہے)

رپورٹنگ : جناب شفیق الدین فاروقی صاحب

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں آمد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات اور خطاب کے بعض اقتباسات

اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداءؒ کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

عالم اسلام کے معروف سکالر' داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہندوستان کے اکابر علماء اور افاضل کے ساتھ ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی زیارت و ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ انکی تشریف آوری' شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات' استقبالیہ تقریب اور انکے خطاب میں حضرت شیخ الحدیث کی سوانح اسی مناسبت سے دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت' تاریخی پس منظر' اکوڑہ خٹک کی تاریخی عظمت' شہدائے بالاکوٹ کا تذکرہ اور اب جہاد افغانستان میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ کا بھرپور قائدانہ کردار اور اس سلسلہ کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ جناب شفیق الدین فاروقی صاحب اسکی مفصل رپورٹ پیش کرتے ہیں **جسے نشر مکرر کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔** (ادارہ)

۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کیلئے خوشیوں کا دن تھا بلکہ یہ سارا مہینہ مسرتوں کا موسم بہار تھا۔ ابھی چند روز پہلے ایشیائی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں آنے والے بھارت کے ایک محبوب و معزز مہمان شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ، کے جانشین و فرزند مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ' نے دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنہ سے نوازا تھا اور آج دارالعلوم میں عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ کی آمد آمد تھی۔ گو دارالعلوم میں تعطیلات شعبان کی وجہ سے طلبہ موجود نہیں تھے مگر جہاں جہاں بھی اطلاع پہنچی علماء' دانشور اور دینی درد سے سرشار مسلمان اس شمع علم کی زیارت کیلئے پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ ایک ایک منٹ انتظار میں گزر رہا تھا' حضرت شیخ الحدیثؒ علالت کے باوجود

مشتاق دید بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ مولانا موصوف کی آمد کا ایک مقصد حضرتؒ کی ملاقات بھی تھا۔ اللہ اللہ کر کے مولانا ندوی مدظلہ اور انکے رفقاء کا قافلہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ 'ایڈیٹر ماہنامہ 'الحق' کی رفاقت میں ظہر کے بعد دارالعلوم پہنچا۔ مولانا موصوف کیساتھ کئی ممتاز علمی اور ادبی شخصیتیں بھی شریک سفر تھیں' مولانا مدظلہ کے بھانجے مولانا محمد الحسینی مدیر البعث الاسلامی" (عربی) مولانا معین اللہ صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا اسحٰق جلیس صاحب مدیر "لکھنؤ" جناب احمد الحسینی سعودی قونصل خانہ لاہور بھی مولانا مدظلہ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے وقیع اور معروف علمی ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور مؤقر جریدہ معارف کے مدیر شہیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان بھی ساتھ تھے جو دارالمصنفین کے کسی سلسلہ میر اسلام آباد میں تشریف فرما تھے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے اتفاقیہ ملاقات کے بعد مولانا نے انہیں بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ علم و فضل کے یہ داعیان مولانا ندوی مدظلہ کی قیادت میں دارالعلوم پہنچے' سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی۔ دونوں اکابر کی محبت و عقیدت اور خلوص کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ اسکے بعد الحق کے نئے دفتر میں معزز مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ نماز عصر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے ہال میں جو اطراف واکناف سے آئے ہوئے مشتاقین علم و فضل سے بھرا ہوا تھا ایک مختصر تقریب کے آغاز میں محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ 'مدیر الحق نے عظیم اور محبوب مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے استقبالیہ تقریر میں کہا کہ، "........ میرے پاس وہ لفظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعیۃ الکبیر علامہ ندوی مدظلہ کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں۔ صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علوم دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندوی کے مورث اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان الشہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، اور ان اسلاف کے جہاد و قربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کا جو مقام دعوت و عزیمت تھا۔ اس دعوت کو مولانا ندوی مدظلہ نے صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا' بیشک آپ انکے اصل وارث ہیں۔ سید احمد شہیدؒ نے جس مقام سے

اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا۔ اور صدیوں بعد اللہ کے دین کیلئے' خالص اللہ کی رضا کیلئے برصغیر میں اگر خون شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمین اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے' یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید احمد شہیدؒ نے سالہاسال ریاضتیں کیں' ایک ایک بستی میں گشت کئے ایک ایک حجرہ کو وعظ و تبلیغ سے منور کیا' یہاں انہوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکے کا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو قائم فرمایا ہے۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف اوزدہ ست　　　هنوز از سر آں بوئے زلف می آید

اور جس طرح دارالعلوم دیوبند کے مقام و محل سے گزرتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے۔" اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید احمد شہیدؒ کی راتیں گذریں۔ راتوں کی آہ و بکا' سوز و گداز کیا کیا راز و نیاز ہو گا جو ان میدانوں میں ان فضاؤں میں نہیں ہو گا۔ اسی اکوڑہ خٹک کے معرکہ حق و باطل والی رات کو سید شہیدؒ نے لیلۃ الفرقان کہا تھا' کہ یہ رات حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری۔

میں اپنے احباب سے اور ان معزز مہمانوں سے جو حضرت ندوی مدظلہ کا سنکر تشریف لائے اتنا عرض کردونگا کہ اس وقت عالم اسلام میں' اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے جو مساعی ہو رہی ہیں اس میں حضرت مولانا ندوی کا نہایت وقیع' ممتاز اور وافر حصہ ہے۔ عالم عرب کو انکا اصل مقام یاد دلانے میں ان پچیس' تیس سالوں میں مولانا ندوی کا خاص حصہ ہے۔ وہ محترم شخصیت ہم میں موجود ہیں جنہوں نے امریکہ کے وہائٹ ہاؤس کے قریب وہاں کی عظیم یونیورسٹیوں میں وہاں ہی کے دانشوروں اور مستشرقین کو' سکالروں کو عیسائیت کی مسخ شدہ تصویر دکھائی۔ اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو انکے سامنے واضح کیا۔ بلاشبہ مولانا ندوی مدظلہ اس دور میں ایک مجددانہ کام کررہے ہیں۔ اس صدی میں مغرب اور مغربیت اسلام اور عالم اسلام کیلئے ابتلاء عظیم کا باعث بنا تو مغرب کا جو اپریشن اور وہاں کے فلسفوں کا جو تحلیل و تجزیہ مولانا نے فرمایا اور جس جارحانہ انداز میں مغربیت کا تعاقب کیا اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آج وہ نعمت خود چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔ یہ دارالعلوم

کی سعادت ہے اور دار العلوم کا سب کچھ اکابر کی توجہات کا مرہون منت ہے' یہ ان حضرات اور اسلاف کا فیض ہے کہ آج اس وادی غیر ذی زرعہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دین کا سلسلہ چلایا۔

میں مولانا کے معزز رفقاء جو ہندوستان کے اہل علم وفضل ہیں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترم دوست مولانا محمد الحسینی مدیر "البعث الاسلامی" جنہیں اللہ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مولانا کا جانشین بنایا ہے اور ندوہ جیسے عظیم ادارہ کے ناظم مولانا معین اللہ ندوی صاحب' اسی طرح وقیع مجلہ "تعمیر حیات" کے ایڈیٹر مولانا اسحٰق جلیس کا بھی شکر گزار ہوں۔ ان خوشیوں میں ہندوستان کے ایک اور عظیم اور قدیم ادارہ دار المصنفین جسے علامہ شبلی نعمانی نے قائم کیا اور علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے پروان چڑھایا' کے ناظم اور برصغیر کے قدیم موقر جریدہ معارف کے مدیر مولانا صباح الدین عبد الرحمان کی آمد نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء اور دار المصنفین کے اکابر یہاں جمع کر دیئے ہیں۔ ان حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ دار العلوم کو دین کی خدمت انجام دینے کی بیش از بیش توفیق دے............"

اسکے بعد مولانا ندوی مدظلہ نے مختصر خطاب فرمایا اس لئے کہ ایک تو مولانا بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے پھر جلد ہی واپسی بھی تھی۔ تقریر کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں دار العلوم کے طلبہ کیلئے سید احمد شہید قدس سرہ' کے نام نامی پر موسوم دار الاقامۃ سید احمد شہیدؒ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ عمارت دار الحدیث کے مغربی جانب درسگاہوں کی چھت پر بنے گی۔ یہاں کے بالکل عقب میں وہ گھاٹی ہے جہاں سے سید احمد شہیدؒ کے مجاہدین نے اکوڑہ خٹک کے میدان میں شب خون مارا تھا۔ سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور انکے رفقاء کی مسرت قابل دید تھی۔ مولانا ندوی نے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد تضرع والحاح سے اس عمارت کی تکمیل کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس دار العلوم کو دین کے داعیوں اور مجاہدین کا مرکز بنادے۔

اسکے بعد دار العلوم کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کا معائنہ فرمایا۔ کچھ دیر دار العلوم کے دار الحدیث میں تشریف فرما رہے' وہاں دار العلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔

نمازِ مغرب کے بعد دارالعلوم کے صحن میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ شائقین کے جھرمٹ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ رات ساڑھے آٹھ بجے اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر مولانا مدظلہ کو باچشم پرنم رخصت کیا گیا۔ مولانا ندوی مدظلہ ان میدانوں اور فضاؤں پر بڑی والہانہ اور حسرتوں بھری نگاہیں ڈالتے رہے جہاں سید احمد شہیدؒ اور انکے رفقاء نے برصغیر میں سب سے پہلے حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے اپنا خون پانی کی طرح بہایا۔ مولانا مدظلہ کے تحریری تاثرات یہ ہیں :-

رائے گرامی : مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، مہتمم ندوۃ العلماء

آج ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کا دن میرے لئے بہت ہی مسرت اور سعادت کا دن ہے کہ میں اپنے عزیز رفقاء اور محترمی سید صباح الدین عبدالرحمان ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ و مدیر ''معارف'' کی معیت میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اس سرزمین سے جس میں یہ دارالعلوم واقع ہے ایک وسیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں، یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی اور اسی کیساتھ احیائے اسلام اور مسلمانوں کا نشاۃ ثانیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کا قیام ایک نیک فال ہے اور ان ہی شہیدوں اور مخلصوں کی جانفشانیوں کی برکت ہے۔ میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصور تھا میں نے اس کو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا۔ اس کو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ ملک کا مرکزی دارالعلوم اور عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہوگا۔ خوش قسمتی سے اس کو حضرت مولانا عبدالحق کی سرپرستی اور انکی دعا اور توجہ حاصل ہے، اسی کیساتھ فاضل اساتذہ کی تدریسی خدمات اور طلبہ کی کثیر تعداد بھی یہاں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو نظر بد سے بچائے اور ہر طرح کی آفات اور مکروہات سے حفاظت فرمائے اور یہ جلد منازلِ ترقی طے کر کے بامِ عروج پر پہنچے۔

خاکسار

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ / ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے خطاب کے بعض اقتباسات

اور ہم کو یہ راستہ (جس پر محمود غزنویؒ، احمد شاہ درانی اور شہدائے بالاکوٹ آئے ہیں) بھی عزیز ہے جس راستہ سے یہ فاتح اور کشور کشا آئے۔ لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے خالص اللہ کی رضا کیلئے اور سنتوں کو زندہ کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کیلئے اور ادخلوا فی السلم کآفتہٍ کا پیغام پیدا کرنے کیلئے عمل کرانے کیلئے، حدود شرعیہ کو نافذ کرنے کیلئے، قوانین شریعت کو رائج کرنے کیلئے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بنا پر جسکا مجھے موقع مل سکا ہے یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون -- دمِ خاکی -- جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی وہ خون جس سرزمین میں پہلی بار بہا ہے وہ آپکی سرزمین ہے، یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے۔ جس کے متعلق مرزا مظہر جان جاناں کا یہ شعر صحیح ہوگا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کنند این عاشقان پاک طینت را

کسی بادشاہ کے متعلق، کسی غازی کے متعلق، کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتا کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو جسکے خلاف اس نے غزا کرنا تھا، جہاد کرنا تھا کہ تین چیزیں ہیں، پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، اگر تم اسلام قبول کرلوگے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کر جائینگے تم ہمارے ہوگے، پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ بستی مٹا کر تمہاری جگہ بیٹھیں، اسلئے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں ہے یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہو تو اول تم زیادہ حقدار ہو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کرو یا باجگذار ہمارے بن جاؤ ہم تمہاری حفاظت بھی کرینگے اور تمہیں اپنے حال میں باقی رکھیں گے اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

فتوح البلدان بلاذری میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے پھر اسکے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہوگئیں بغیر دعوت اسلام دیئے اور بغیر جزیئے کا مطالبہ کئے۔ تو انکو ایک عرصہ کے

بعد ہوش آیا جبکہ کہ مسلمان وہاں بس گئے تھے وہاں گھر بنا لئے تھے تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں جنہیں خلفاء راشدین کی فہرست میں شامل کیا جاتا وہ جنہیں خلیفہ خامس کہتے ہیں انکو معلوم ہوا کہ وہ خلیفہ عادل ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرتے ہیں تو ایک وفد انکے پاس حاضر ہوا اور ان سے شکات کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکم شرعی پر عمل کیے فتح ہو گیا ہے۔ انہوں (عمر بن عبدالعزیزؒ) نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اسی وقت عدالت کر دو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ جس وقت مسلمانوں کے قائد' فوج کے قائد نے سمرقند فتح کیا' کیا اس وقت اس سنت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں ؟ اگر ثابت ہو جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی۔ تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اسکی حدود سے باہر جاکر کھڑی ہو جائیں۔ اسکے بعد اس سنت پر عمل کریں' پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر منظور ہو تو فبہا نہ ہو تو پھر جزیہ کا کہیں ایسا بھی نہ مانیں تب جہاد کریں۔ قاضی صاحب کو پرچہ ملا انہوں نے عدالت طلب کی' مدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں' اور دنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوکِ شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دارالخلافہ فتح کیا تھا وہ مدعی علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا' اس مسجد میں اس سے پوچھا گیا اس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلط ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس اہم شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا۔ اور جب یہ معاملہ ثابت ہو گیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں' اسے خالی کریں۔ مسلمانوں نے گھر بنا لئے تھے کھیتیاں جوت لی تھیں' بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنا لیا تھا' تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے' باہر جاکر کھڑے ہو گئے۔ جب وہاں کے بت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے انکے دلوں میں اور عدل و انصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد اور پر کمانڈر انچیف پر بھی اسے نافذ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں' چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہو گیا۔

تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سنت پر عمل کسی طرح چھوٹ جاتا تھا اور اسکے بعد تو معلوم نہیں، تاریخ کا تعین تو مشکل ہے مگر اسکے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سنت پر عمل کیا گیا ہو 'اس اللہ کے بندے نے 'اس مردِ مجاہد نے جس کا نام سید احمد شہیدؒ ہے اور انکے ساتھ مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جنہیں انکا وزیر اعظم کہیے یا دست راست کہیے یا دست وبازو کہیے یا لشکر کے قاضی، مفتی اور شیخ الاسلام کہیے ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سنت پر علم کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے۔ تو یہی اکوڑہ خٹک وہ سرزمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

...... اور خون شہیداں ضائع نہیں ہوتا وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے اور اسکے نتیجے میں جیسے باغ پیدا ہوتے اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی وجود میں آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے...... تو آپکی اس سرزمین (اکوڑہ خٹک) کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا۔ اور ابھی میں راستے میں سنا رہا تھا ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے، عبدالمجید خان صاحب انکا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا اکوڑہ کے چھاپہ کیلئے، رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی ٦ کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شب خون مار کر واپس ہونا تھا۔ تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو انکو معلوم تھا کہ عبدالمجید خان صاحب بیمار ہیں اور کمزور ہیں، تو انکے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ انکا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں، آغاز ہے پھر بہت سے مواقع آئینگے انکے جہاد کے تو انکو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پر آیا خطرہ تو ٹل گیا کہ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں۔ تو پہلا تجربہ تھا سوچتے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے تو وہ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں، میرا نام امیر المومنین نے خود ہی کاٹ دیا۔ اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے

اور شکایت کی کہ میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھئی تمہیں بخار آرہا ہے میں سنتا رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے اس کیلئے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں؟ تو میرا نام للہ اس فہرست میں شامل کر دیجئے' تو انکا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔ .... تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں۔ پھر یہاں سے دوسرا مقام شیدو میں ہوا جو آپ کے قریب ہے۔ اسکے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ میں معرکے ہوئے' جہانگیرہ وغیرہ میں۔ ان سب ناموں سے مانوس ہوں اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۳۴ / ۳۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کریگی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں ان شہیدینؒ کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی انکی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ نسبت! یہ نسبت گرامی ایسی ہے کہ ان شاء اللہ یہ رنگ لائے گی۔ خونِ شہیداں رنگ لایا' یہ نسبت ان شاء اللہ رنگ لائے گی۔ اسکا نام حقانیہ ہے' اسمیں حقانیت ان شاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدظلہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ انکے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز وشاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں' اس لئے کہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے' ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے اور کہاں یہ میدان یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنا دور کھینچ لایا اور یہ جب تک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ کی رحمت برستی رہے گی ہنوز آں ابر رحمت در فشاں ست

خم و خمخانہ بامہر و نشاں ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا' جاری ہے۔ اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں ۔

از صد سخنے پیرم یک نکتہ مرایاد ست عالم نہ شود ویراں تا میکداں آباد ست

کہ اپنے مرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ یہ عالم اسوقت تک ویران نہیں ہو گا جبتک کہ میکدہ قائم ہے۔ یعنی میکدۂ معرفت قائم ہے' قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز قائم ہے اسوقت تک عالم ویران نہیں ہو گا۔ اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جبتک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا باقی ہو گا اسوقت تک قیامت نہیں آئیگی۔ آپکو مبارک ہو یہ سرزمین بھی مبارک ہو' کبھی کبھی ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں این قصہ پارینہ را

اس دارالعلوم کی آپ قدر کریں' اسکے اساتذہ اور اسکے علماء کی قدر کریں یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں' اسلئے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو' ولولہ ہو' اچھے خاندانوں کے ہوں' ان میں مجاہدوں کا خون ہو' شہیدوں کا خون ہو' امینوں کا خون ہو' وفاداروں کا خون ہو' وہ آئیں اور وہ لوگ علوم کتاب و سنت پڑھیں اور اسکے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کئے جارہے ہیں اور مطالبے بھی کئے جارہے ہیں وہ راہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتا ہوں' میں نے یہاں آکر کسی پر احسان نہیں کیا میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین ہم کو دوبارہ دکھلادی۔ جس مقصد کیلئے یہ زمین نگین ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں عام کرے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو' اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور ہمارے گھروں میں' ہمارے دفتروں میں' ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے چند نادر خطوط

حضرت مولانا علی میاںؒ کا حضرت دادا جانؒ' دارالعلوم حقانیہ' حضرت والد صاحب مدظلہ ماہنامہ الحق اور اکوڑہ خٹک کے ساتھ جو قلبی تعلق اور روحانی رشتہ تھا اس نادر مکتوب کے حرف حرف اور لفظ لفظ سے اس کی مہک محسوس ہو رہی ہے۔ حضرتؒ اکوڑہ خٹک تین مرتبہ تشریف لائے۔ جو انکی محبت اور شفقت کا بیّن ثبوت ہے۔ حضرتؒ کے خطوط کا یہ سلسلہ بطور تبرک اور نئے قارئین کی معلومات میں اضافے' اپنے درد و کرب کا مداوا کرنے اور انکی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھنے کیلئے شروع کیا گیا ہے۔ (راشد)

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خوان ایں قصہ پارینہ را

محب گرامی قدر زید لطفہ'

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ آپ سب بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہونگے' میں ایک سفر سے کل ۲۷ ستمبر کو جب رائے بریلی واپس ہوا تو ڈاک میں والد ماجد مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کا تعزیتی گرامی نامہ پھر آپ کا مسرت نامہ ملا۔ پہلے خط سے عزت دوسرے سے مسرت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے خاندان سے دین وملت کی وہ خدمت لے جس کی کم سے کم اس ملک میں سخت ترین ضرورت ہے اور جہاں عرصہ سے یہ صدا آرہی ہے ؎

کون ہوتا ہے حریف مے مردافگن عشق　　ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

یوں تو غیب کا علم اللہ کو ہے لیکن رسالہ الحق کے دیکھنے سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات نے مرض کی صحیح تشخیص کی ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمان کے استعفیٰ کی خبر جب پہلی مرتبہ ملی تو بے اختیار زبان سے نکلا کہ عرصہ کے بعد ایک اچھی خبر سننے میں آئی' اس وقت یہی خیال ہوا کہ اسمیں آپ حضرات کی جد و جہد بجا دی حیثیت رکھتی ہوگی۔ دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔

الارکان الاربعہ (۱) کے متعلق آپ نے جو کلمات لکھے ہیں وہ آپ کے اخلاق کریمانہ اور عالمانہ قدر شناسی پر مبنی ہے' مگر میں بلا تکلف عرض کرتا ہوں کہ میں اپنی سب سے بڑی سعادت جس کو اپنے لئے ذریعہ قبولیت سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اسمیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے جا بجا اقتباسات ہیں۔ انکا بار بار نام آیا ہے اور وہ شاید ان کی اصل کتابوں کے مطالعہ کی محرک بن جائے' بہر حال اس سے بڑی مسرت ہوئی' کہ آپکو وہ کتاب پسند آئی میری تمنا ہے کہ میں اسی نہج پر امہات عقائد پر بھی ایک کتاب لکھوں اور عقائد ثلاثہ' توحید' رسالت' معاد پر بھی اسی اصول و معیار پر ایک کتاب تیار ہو جائے' مگر نہ خود لکھ سکتا ہوں نہ پڑھ سکتا ہوں املا اور خود نویسی میں جو فرق ہے آپ اس سے ناواقف نہ ہونگے۔ لیکن قدرت الٰہی سب کچھ کرا سکتی ہے یہ ساری کتاب بھی املا ہی کرائی گئی اور بہت سی غلطیاں اسی لئے ہیں کہ میں اپنی آنکھوں سے پڑھ بھی نہ سکا' مجھے اپنی کتاب ''ربانیہ لارہبانیہ'' بھی بہت عزیز ہے اس میں تصوف کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ بڑے سے بڑا منکر تصوف' اور متعصب بھی اگر ذرا انصاف سے کام لے گا تو اس چیز کا انکار نہیں کر سکے گا جو اس کتاب میں پیش کی گئی ہے ابھی میں نے اس پر نظر ثانی کی ہے اور بعض اہم مضامین کا اضافہ کر کے طبع ثانی کیلئے بیروت بھیجی ہے۔ چھپنے کے بعد ان شاء اللہ ایک نسخہ بھیجوں گا۔

اکوڑہ خٹک کا نام بھی میرے لئے بہت کشش رکھتا ہے' میں دو مرتبہ وہاں حاضر ہوا ہوں' پہلی مرتبہ غالباً ۱۹۴۴ء میں۔ اس وقت حاجی ارشد صاحب مرحوم ساتھ تھے' یاد نہیں کہ کس کے یہاں ٹھہرا تھا' لیکن میدانِ جنگ اور بستی جا کر دیکھی تھی' دوسری مرتبہ ایک دو سال کے بعد ہی حاضر ہوا۔ پشاور کے حاجی عبدالقیوم صاحب چائے والے ساتھ تھے' فوٹو گرافر کا بھی انتظام تھا' ان جگہوں کی تصویر بھی لی تھی۔ بہر حال آپ ایسی جگہ ہیں جہاں ہماری روح اور قلب کا تعلق ہے وہاں سے ایک ایسے مبارک سلسلہ کا آغاز ہوا تھا جسکے نتیجہ میں در حقیقت مدت مدید کے بعد یہ مملکت عطا ہوئی' خدا کرے اب علم و قلم کے ذریعہ ان مقاصد کی تکمیل ہو اور اس جسد میں صحیح روح پیدا ہو۔

---

(۱) نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج کے اسرار اور حکمتوں پر مکتوب نگار کی نہایت بلند پایہ اور حکیمانہ تازہ عربی تصنیف (س)

میں الحق کیلئے ایک ایسا مضمون بھیج رہا ہوں جسکی ابھی تک اشاعت نہیں ہوئی' یہ حقیقتاً "اسلامیت اور مغربیت" کے دوسرے ایڈیشن کا آخری مضمون ہوگا' لیکن ابھی اس کتاب کی اشاعت میں سال دو سال کی دیر ہے---- آپ اسکو شائع فرماسکتے ہیں' مسودہ بہت کٹا پھٹا ہوا ہے' احتیاط کیساتھ اسکی اشاعت کا انتظام فرمایا جائے۔

حضرت والد ماجد کی خدمت میں بہت بہت سلام اور درخواست دعا

والسلام

مخلص۔ ابوالحسن علی ۴ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ

حضرت شیخ الحدیث کے افادات ترمذی پر مشتمل کتاب "حقائق السنن" شرح جامع السنن للامام الترمذی کے دیباچہ اور مقدمہ کیلئے عالم اسلام کی برگزیدہ شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے درخواست کی گئی تھی۔ اور حضرت مرحوم نے بکمال عنایت دیباچہ تحریر فرمایا تھا جو بروقت نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ کیا جاسکا تھا اور بعد میں تاخیر سے موصول ہوا جسے کتاب کے علاوہ حقائق السنن پر تعارف و تبصرہ کے طور پر الحق میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ درج ذیل مکتوب گرامی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام آپ نے اس سلسلے میں تحریر فرمایا تھا جو کہ ہم تبرکاً دوبارہ شامل اشاعت کررہے ہیں۔

محب گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب زید فیوضہ'

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ' امید ہے کہ مزاج بعافیت ہوگا، اور حضرت والد ماجد مدت فیوضہ صحت و عافیت کیساتھ مشغول افادہ و افاضہ ہونگے بارك الله فی حیاتهم و فیوضهم

کچھ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط اس فرمائش کے ساتھ آیا تھا کہ میں حضرت کے افادات "حقائق السنن" پر بطور مقدمہ اور پیش لفظ کے کچھ لکھوں میں نے اسکا جواب دیا تھا کہ یہ بات میری حیثیت اور سطح سے بلند ہے کہ "ایاز قدر خود را بشناس" اس کیلئے پاکستان یا ہندوستان کے کوئی جلیل القدر عالم جن کا حدیث شریف سے اشتغال اور اس پر وسیع نظر ہو زیادہ موزوں ہونگے غالباً آپ نے میری یہ معذرت حقیقتِ حال پر مبنی ہونے کی بنا پر قبول کرلی۔ لیکن اسکے بعد میں نے کتاب پر نظر ڈالی اور اسکا داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس پر اپنے تاثرات اور رائے کا اظہار کروں' یہ ایک شہادت

بالحق ہوگی چنانچہ میں نے ۶۔۷ صفحے کا ایک مضمون حوالہ قرطاس کیا۔ اب بمبئی آکر اسکو ایک عزیز دوست کے حوالہ کر رہا ہوں جو دو چار دن میں کراچی ہو کر حجاز جانے والے ہیں میں نے انکو ہدایت کی ہے کہ وہ کراچی سے اسکو بذریعہ رجسٹری پوسٹ کردیں' یہاں سے ڈاک کے کن مرحلوں سے گذرنا پڑے مقدمہ کے بارے میں میری اب بھی وہی رائے ہے لیکن آپ کو اس مضمون کے بارہ میں اختیار ہے کہ آپ اس سے جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں' اگر مقدمہ کسی دوسرے فاضل کے قلم سے ہو گیا ہو تو اس کو آپ ''الحق'' میں بطور مضمون کے شائع کر سکتے ہیں اسکی رسید سے ضرور مطلع فرمائیں۔ معلوم نہیں ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کا پانچواں حصہ جو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ سے مخصوص ہے۔ کراچی میں چھپا' اور آپ تک پہنچا یا نہیں اگر اتنی تاخیر کا اندیشہ ہوتا تو میں براہ راست بھیج دیتا۔ حضرت والد صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام درخواست دعا اور اس خدمت حدیث پر دلی مبارکباد اور اظہار تشکر۔ تقبله الله تقبلا حسناً۔ خط کا جواب لکھنؤ کے پتہ پر عنایت فرمائیں۔

والسلام

پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

دعا گو و طالب دعا

ابوالحسن علی

۱۳ اکتوبر ۱۹۸۴

محبّ گرامی قدر زید لطفہ' الحق کے تازہ شمارہ سے مخدومہ والدہ صاحبہ کے انتقال کی افسوسناک اطلاع ملی' میں چونکہ اس مرحلہ سے گزر چکا ہوں اس لئے جانتا ہوں کہ کسی عمر میں بھی یہ حادثہ پیش آئے۔ فرزند کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بچہ ہے اور اسکے سر پر سے سایہ رحمت اٹھ گیا ہو۔ میری طرف سے آپ اور حضرت والد ماجد دلی تعزیت قبول فرمائیں۔ یہاں بعد نماز عصر رمضان المبارک ختم خواجگان ہوتا ہے مرحومہ کیلئے اس موقع پر دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے اور آپ حضرات انکے لئے صدقہ جاریہ اور ذخیرہ آخرت بنیں۔

والسلام مخلص ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

حضرت مولانا محمود حسن حسنی ندوی
از دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی (لکھنؤ)

الوداع اے عالم آب و گل الوداع !!!

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے آخری سفر کا آنکھوں دیکھا حال

آہ! وہ حامل دل درد مند و فکر ارجمند، امام عصر و مجدد قرون، شفیق مربی، اور مرشد یگانہ، پیکر خُلق و سید السادات جو شان سے رہ کر شان سے رخصت ہوا، جب تک روئے زمین پر رہا، ہر طرح کے دینی و دنیوی اعزازات سے نوازا جاتا رہا، اور بڑی تکریم کیساتھ سفر آخرت مقدر ہوا، یقیناً یہی آیت اس عظیم جان کی مبارک زبان پر چلتے چلتے رہی ہو گی، "فبشره بمغفرة واجر كريم" اندازہ یہی ہے اور ان شاء اللہ صحیح اندازہ ہے۔

حالانکہ کہرہ بہت تھا مگر ہر کام میں بڑی جلدی فرما رہے تھے، صبح کی نماز تو راقم کو بھی حضرت مرحوم کے ساتھ ہی ادا کرنے کو ملی تھی مگر کیا معلوم تھا کہ یہ آخری نماز انکے ساتھ ہے۔ کچھ بھی اندازہ کر لیتا تو سیکنڈ بھر کو بھی نہ کھسکتا، وہیں پڑا رہتا، منزل پڑھی اور یہ معمول تھا کہ یہ پڑھ کر سارے اہل تعلق کی دینی و دنیوی حفاظت اور صیانت کیلئے بالخصوص اور پوری ملت اسلامیہ کیلئے بالعموم دعا فرماتے تھے، پھر لیٹ گئے، دو ڈھائی گھنٹے کے بعد استنجاء، وضو سے فراغت کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، اتنے میں صحت و طبیعت کی خاص فکر رکھنے والے ڈاکٹر عبدالمعبود خان صاحب آ گئے، حضرت ان سے جس مسرور اور تپاک سے ملے، کبھی پہلے نہ ملے تھے، معانقہ کیا، انہوں نے مزاج پوچھا، فرمایا کچھ ٹھیک نہیں، اندر کہرہے، پھر تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔ ماموں جعفر کو بلایا تھا، ان سے کچھ باتیں کیں، انہوں نے کہا کہ آپ کی تشریف آوری سے یہاں بہار آ گئی، اب رمضان معلوم دے رہا ہے، ورنہ پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ رمضان بھی ہے، حضرت مسکرائے فرمایا، یہ تکیہ کی خصوصیت ہے جو ان شاء اللہ باقی رہے گی، یہ بھی عجیب بات رہی کہ رات کی مجلس میں پوچھ چکے تھے کہ کیا کل جمعۃ الوداع ہے؟ لوگوں کی تردید پر خاموش رہے، حجام کو بلانے پر جلدی کی بھائی صابر نے خط بنایا، اسکے بعد پوچھا کہ کیا آج ۲۲ تاریخ ہے۔ بھائی ذکاء اللہ خان نے اثبات میں جواب دیا، غسل کیلئے بھی جلدی کی اور پھر یہ فرمانے لگے کہ کیا نماز پندرہ بیس منٹ تاخیر

سے ہو سکتی ہے۔ بھائی عبدالرزاق صاحب (خادم خاص) اور مولانا بلال صاحب نے جو کہ ادھر دس ماہ سے فالج کے حملہ کے بعد سے غسل دلایا کرتے تھا عرض کیا کہ جیسا آپ فرمائیں' آخر ایسا ہی ہوا اور پیش آنے والے سانحہ کی وجہ سے جس کی طرف لطیف اشارہ تھا' نماز میں آدھ گھنٹہ تاخیر کی گئی، کپڑے پہنا رہے تھے' اس میں بھی حضرت نے جلدی کی' یقیناً حضرت کو آثار محسوس ہونے لگ گئے تھے' چاہتے تھے کہ جتنی جلدی کلام پاک اپنے ہاتھ میں لے لیں' بستر پر قبلہ رو بیٹھتے ہی فرمایا' قرآن مجید لاؤ' سورہ کہف پڑھنی ہے' جبکہ سورۃ کہف زبانی پڑھا کرتے تھے، جب تک مولانا بلال صاحب قرآن مجید لاتے' یاسین شریف شروع فرما چکے تھے' ادھر یہ لوگ شیروانی کے آخری بٹن لگا رہے تھے ادھر جسم بے جان ہونا شروع ہو چلا تھا' ان میں سے ایک نے ڈاکٹر صاحب کو آواز دی' وہ قریب ہی تھے فوراً لپکے اور وہ پہنچے تھے کہ آخری سانس لی' راقم موقع پر تھا دل کو تھام کر پیشانی کو بوسہ دیا' پھر اوروں نے بھی' افراد خاندان اور خاص خدام بھی وقت پر پہنچ گئے تھے' اس برق رفتاری سے یہ خبر عام ہوئی کہ دنیا بھر میں اسی وقت غائبانہ نمازوں اور دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا' ۲۷ ویں شب کو ملک فہد کے حکم پر حرمین شریفین میں لاکھوں کے مجمع نے جو کہ حج کے بعد سب سے بڑا مجمع مانا جاتا ہے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی' امیر ہو یا غریب شاہ ہو یا گدا سب پر یتیمی کی چادر تن گئی، جسد مبارک کے قریب مولانا نذر الحفیظ صاحب اور مولوی معاذ کاندھلوی کھڑے اور بیٹھے برابر تلاوت میں مشغول رہے اور آخری دیدار کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ جو تھوڑی دیر کیلئے غسل کے وقت ٹوٹا' پھر سلسلہ جو شروع ہوا اس نے رات کے دس بجا دیئے۔ جو آ رہا تھا وہ مضطرب اور بیقرار تھا اور غمناک تھا' ڈاکٹر نظر احمد صاحب جو کہ حضرت والا کے معالج خاص ہیں اور جنکی بائی پاس سرجری ہوئے زیادہ وقت نہیں گذرا' لکھنؤ سے بے تابانہ چل پڑے' اور حضرت کو دیکھتے ہی رہے۔

مغرب کے بعد غسل دیا گیا' بھائی سید طارق حسن عسکری صاحب مدینہ منورہ' مولانا سعید بنوندوی' ساؤتھ افریقہ مولانا نثار الحق صاحب کاتب خاص' حاجی عبدالرزاق صاحب خادم خاص اور مولانا بلال صاحب غسل دینے والوں میں تھے۔ مولوی نیاز ندوی صاحب بھی شریک ہو گئے تھے بھائی عبدالمعید خادم' مصباح الدین (خادم) سید شارق اور مولوی معاذ کاندھلوی کیساتھ راقم بھی معاونت کر رہا تھا' جبکہ مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب نگرانی فرما رہے تھے اور

مولانا سید سلمان حسینی اور مولانا عبداللہ حسین جعفر مسعود حسنی اور مولانا عمار حسنی صاحبان و دیگر افراد خانہ موجود تھے دس بجے جنازہ اٹھا' مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی' مجمع کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ مجسٹریٹ کو یہ اطلاع ۹ بجے دی گئی کہ پونے دو لاکھ لوگ داخل ہوچکے ہیں مولانا حمزہ حسنی نے غسل اور تدفین کا نظام بنایا تھا اسکے مطابق قبر میں مولانا سید محمدؒ رابع صاحب عبدالرزاق صاحب اور مولانا عبداللہ حسنی صاحب اور مولانا نثار الحق صاحب اترے۔ چنانچہ مولانا دریابادیؒ کی زبان میں "طاہر و مطہر مٹی سے بنے" اس رجل مبارک کے جسد شریف کو سپرد خاک کر دیا گیا' برادرم محبوب منصور پوری' اور راقم نے پڑے دینے شروع کئے' حاجی عبدالرزاق اور مولانا بلال حسنی انکو جگہ پر رکھتے مٹی دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو سحر ہوگئی اور اس طرح یہ پوری شب جو کہ ۲۳ دیں شب تھی اور ممکنہ لیلۃ القدر تھی جس کے آثار بھی محسوس کئے گئے اسی محبوب الٰہی کی نذر ہوگئی۔ اسکے دوسرے روز ہمارے ایک مخلص دوست اور صالح نوجوان نے خواب میں حضرت والا کی زیارت کی اور عرض کیا کہ حضرت !! اتنی آسانی سے آپکی روح کیسے نکل گئی فرمایا' حضور اکرم ﷺ کا جو غم تھا اسکی وجہ سے اللہ نے فضل کا معاملہ فرمایا۔" یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین " (یٰسین ۲۷)

اللہ حضرت کو طبقہ علیہ میں رکھے اور ہمیں آپ کو انکے نقش قدم پر چلائے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضرت رحمہ اللہ علیہ کے جنازہ میں شرکت کیلئے مجمع اطراف و اکناف سے تو ٹوٹ پڑا ہی تھا تعزیت کیلئے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ' سابق وزیر دفاع ملائم سنگھ ' کانگریس کی صدر مسز سونیا گاندھی نے حضرت کے جانشین مولانا محمد رابع ندوی مدظلہ سے آکر تعزیت کی۔ وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپائی اور وزیر داخلہ ایل۔ کے ایڈوانی نے بھی تعزیتی مکتوب ارسال کیا۔ اسکے علاوہ ملک فہد شہزادہ عبداللہ ابن عبدالعزیز (سعودی عربیہ) نے حرمین شریفین میں نماز جنازہ کا اہتمام کروایا اور تعزیت کے کلمات بھی کہلائے' شہزادہ سلطان ابن زید امیر امارات عربیۃ متحدہ' شیخ حسن بن طلال امیر مملکت اردن ہاشمیہ' شیخ سلطان بن محمد القاسمی حاکم شارجہ نے تعزیتی مکتوب ارسال کیا۔ حاکم شارجہ نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ دولۃ قطر

سے چارٹر طیارہ حکومتی سطح پر آیا جس میں وزیر، اور چیف جسٹس کے علاوہ شیخ یوسف القرقدری بھی تھے۔ جامعہ اسلامیہ مدنیہ منورہ سے شیخ عبدالباسط بدل نے آکر تعزیت کی اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اس سانحہ سے ایسا صدمہ پہونچا ہے جو بیان نہیں کر سکتا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سہارنپوری شیخ الحدیث مظاہر العلوم خبر سنتے ہی سہارنپور سے چل پڑے۔ مرکز تبلیغ نظام الامت دہلی کے لوگ اور جماعت اسلامی کے ذمہ داران اور بہت سے اہل تعلق اسی وقت جہاز پر بیٹھ کر اترے کہ وہ کینسل ہو گیا۔ اور بعد میں آنے والوں کا سلسلہ اب تک جاری ہے جبکہ چالیس ۴۰ دن ہو چکے ہیں۔

چند خاص معمولات : روزانہ گیارہ بار یاسین شریف پڑھ کر آنحضور ﷺ اور انکی ازواج مطہرات بنات طیبات، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین عظام ائمہ، فقہ و دین وائمہ تزکیہ ویقین، محدثین مجددین، مصلحین امت فاتحین اسلام، خادمان دین، محققین افراد خاندان، اسلاف اور متعلقین کیلئے خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے ایصال ثواب کرتے تھے، خاص طور سے تبلیغی جماعت کیلئے دو رکعت نماز پڑھنے کا معمول بھی تھا، جمعہ میں سورہ کہف اور درود شریف کی کثرت رکھتے اور دوسروں کو بھی تاکید کرتے جس جگہ اور جس علاقہ میں جاتے یاسین شریف پڑھ کر وہاں کے مدفونین اور مرحومین کو ثواب پہنچاتے اور اس میں کبھی فرق نہیں آنے دیا، فرماتے کہ عامۃ المسلمین کا حق ہوتا ہے، اسلئے قبرستان جاؤ وہاں کے لوگوں کو بخشو۔ صلہ رحمی کا بڑا خیال رکھتے تھے، اپنے وطن رائے بریلی میں ہوتے تو دن میں دوبار ظہر سے پہلے اور مغرب کے بعد گھر جاتے، جہاں گھر کی مستورات جمع ہو جاتی تھیں بچوں کو خصوصیت سے بلاتے اور ٹافیاں دیکر خوش کرتے، کوئی بچہ اگر ملنے آتا تو بسکٹ یا ٹافی دے کر اسکو رخصت کرتے۔

کسی بیمار کے بارے میں معلوم ہوتا تو اسکی عیادت اپنا حق سمجھتے، دو مجلسیں ہوتیں، عصر کے بعد جس میں معلمین، مبلغین بیٹھتے اور عشاء کے بعد جس میں طلباء بیٹھتے تھے، لکھنے لکھانے کا معمول دن کا تھا، فرماتے تھے ہماری سب تحریریں دن کی ہیں، خطوط کے جواب کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے اور یہ سارے معمولات بحمد للہ آخر تک جاری رہے۔ حالانکہ کیسے کیسے بیمار ہوئے اور اعذار پیش آئے۔

........OO☆ ☆OO........

حضرت مولانا شاہ بلیغ الدین
ٹورنٹو امریکہ

دمشق کے قاضی صاحب

دمشق کی گلیوں میں ایک جگہ بڑی بھیڑ بھاڑ تھی ایک معمولی سے مکان کے آگے مجمع لگا تھا یہ مکان کس کا تھا اور یہ مجمع کیسا؟ ابھی مجمع بڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک بزرگ اس معمولی گھر سے نکلے۔ خچر دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس پر سوار ہوئے اور آگے بڑھ گئے۔ راستہ جامع عمری دمشق کا تھا۔ مجمع دم بدم بڑھتا ہی جارہا تھا اور گلیوں سے نکل کر جب یہ لوگ بازار میں پہنچے، تو معلوم ہوتا تھا جیسے شاہراہ پر کوئی شاہی جلوس گیا ہے۔ یہ جلالت و شان یہ بے پناہ عقیدت یہ ادب و احترام تو شہنشاہوں کے جلوس میں بھی نظر نہیں آتا۔ اتنے لوگ تھے کہ راستہ بھر گیا تھا کبھی کوئی کبھی کوئی آگے بڑھتا اور ان مرد بزرگ سے کچھ نہ کچھ پوچھ کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

یہ طالبانِ علم کا مجمع تھا اور جلالت مآب حضرت ابو درداء رضی اللہ تھے۔ مسجد آتے جاتے طالبعلم ان سے مسائل پوچھتے اور وہ بتاتے جاتے تھے۔ مسجد پہنچتے ہی درس شروع ہو جاتا۔ دور دور سے استفادے کیلئے لوگ جمع رہتے۔ حجاز میں اہل علم اور اہل اللہ کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہاں سے بھی علم کے پیاسے اس دریائے علم کی طرف کھنچے چلے آتے۔ طلبہ کی کثرت کا یہ حال ہوتا کہ ایک ایک وقت درس میں سولہ سولہ سو طالبعلم شریک رہتے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرط محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ 'آج آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابو درداؓ سے بڑا کوئی عالم نہیں!'

حضرت ابو درداؓ ان ممتاز صحابہ میں تھے جو آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں پورے قرآن کے حافظ ہو گئے تھے۔ یوں تو فقہ اور حدیث کا بھی درس دیتے تھے لیکن مزہ قرآن پاک کے درس میں تھا۔ فنِ تجوید میں بھی وہ یکتائے روزگار تھے۔ شام میں قرآن مجید کی تعلیم اور درس کیلئے فاروق اعظمؓ نے خاص طور پر انہیں مامور کیا تھا۔ کلام اللہ کی بعض مشکل آیتیں ایسی تھیں جنکا مطلب انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا تھا اسلئے ان سے کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا

جاتا تو بڑا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ صحابہ کرام کی بعض محفلیں احادیث نبویؐ کے تذکرے کیلئے مخصوص ہوتی تھیں۔ یہ وہ موقع ہوتا جب وہ اپنی اپنی سنی ہوئی حدیثیں ایک دوسرے کو سناتے۔ الفاظ کی صحت کرتے ان کے مطالب پر غور کرتے اور ایک دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھاتے۔ حضرت ابو دردا ان محفلوں کی رونق تھے کبھی کبھی خود ایسی محفلوں کی ابتدا کرتے اور اپنے ساتھیوں سے پوچھتے فلاں بات کے سلسلے میں رسالت پناہؐ نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔

فقہ میں بھی آپ کا خاص درجہ تھا۔ کوفے سے چل کر لوگ دمشق آتے اور فقہی مسائل میں آپ کی رائے معلوم کر کے جاتے تھے۔ حضرت ابو دردا کی خانگی زندگی بڑی پر سکون تھی۔ گھر میں علم اور عبادت کی فضا تھی۔ دو بیبیاں آپ کے عقد میں آئیں۔ ایک ام دردا کبریٰ اور ایک ام دردا صغریٰ۔ دونوں بہت پڑھی لکھی اور بڑی عبادت گزار بیبیاں تھیں۔ بڑی صحابیہ تھیں۔ فتوے دیتیں اور حدیثیں روایت کرتی تھیں۔ ام دردا اصغریٰ صحابیہ نہ تھیں لیکن علم و فضل میں ممتاز تھیں۔ اور بے مثل قاری کی حیثیت سے مشہور تھیں۔ شام میں ہزاروں عورتوں نے ان سے کلام اللہ سبقاً پڑھا۔ بڑے لڑکے بلال دمشق کے قاضی تھے۔ ان کے علاوہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں۔ حضرت ابو دردا ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے وہ بھی بدر کی فتح کے بعد۔ زندگی کے آخری زمانے میں بڑا افسوس کرتے اور فرماتے کہ کاش میں بیعت عقبہ میں شریک رہتا! اکثر کہتے انسان زندگی میں ایک لمحہ نفس کی غلامی کر لے تو بعد میں بڑا وقت اس پر افسوس کرنے میں گزارتا ہے۔ صحابہ کرام میں ان کی عزت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمرؓ نے شرکائے بدر کے برابر ان کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ حضرت ابو ذرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی ایمان لے آتے تو صالحین اسلام میں انکا شمار ہوتا !

ایک بار گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں آئے تو اس شان سے گھوڑے پر سوار تھے کہ بانکے شہسوار معلوم ہوتے تھے۔ مجاہد اعظم ﷺ اسوقت احد کے دامن مین مشرکین مکہ کے خلاف مسلمانوں کی صف بندی فرما رہے تھے۔ ایک نظر انکو دیکھا تو آپ کو بندہ مومن کی یہ شان بڑی بھلی معلوم ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ 'عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں!'

عویمر نام تھا۔ ابو درداکنیت۔ عدی بن کعب کا خاندان تھا اور خزاج قبیلہ۔ جنگ احد میں شریک تھے۔ بعد کی لڑائیوں میں بھی شریک رہے۔ ہجرت کے بعد بھائی بند کا جو سلسلہ قائم ہوا تو اس میں حضرت سلمان فارسی انکے بھائی بنائے گئے۔ حضرت ابو درداؓ کی زندگی کا حال یہ تھا کہ دنیا کی دلفریبیاں ذرا بھی چھو کر نہ گئی تھیں۔ سادہ طرز زندگی بسر کرتے تھے۔ وصال نبویؐ کے بعد دمشق جاکر رہ گئے۔ جب مدینہ چھوڑنے کا طے کر لیا تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ بولے 'میں نے سوچا ہے کہ شام کے علاقے میں کہیں جا کر بس جاؤں! مدینے سے رخصت کی اجازت دیجیے۔ حضرت عمر امیر المومنین تھے۔ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا ذی علم ہستی مدینے سے چلی جا رہی تھی۔ کسی نہ کسی طرح روکنا چاہا۔ فرمایا اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو ایک شرط پر جا سکتے ہیں! حضرت ابو درداؓ کو حیرت ہوئی۔ وہ تو اخلاقی اجازت مانگنے آئے تھے اور امیر المومنین ان پر پابندی لگا رہے ہیں۔ یہ پابندی کیسی ؟ لیکن جانتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا ہر کام خدا اور رسولؐ کیلیے تھا۔ اسلئے سوچا ضرور اس میں بھی کوئی مصلحت ہو گی۔ چنانچہ کچھ دیر غور کر کے بولے " حکم! امیر المومنین نے کہا کہ حکومت کا کوئی عہدہ قبول کر لیجئے۔" دنیا تو یہ موقع ڈھونڈتی رہتی ہے۔ لیکن ابو دردا درویش خدامست تھے۔ معذرت کیساتھ کہنے لگے "یہ طے ہے کہ میں کوئی عہدہ قبول نہ کرونگا۔" حضرت عمرؓ نے کہا "تو پھر اجازت کی امید بھی نہ رکھیے۔" بہت سوچ کر بولے "اچھا تو پھر ایسا کیجیے کہ لوگوں کو قرآن و حدیث سکھانے کا اور نماز پڑھانے کا کام میرے ذمہ کر دیجئے۔" دونوں سراپا اخلاص، صدق و صفا کے پیکر ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اسلئے اسی وقت بات طے ہو گئی اور حضرت ابو درداؓ دمشق جا کر رہ گئے۔ شام پر رومیوں کی حکومت تھی۔ عجمیوں کا پڑوس تھا۔ زندگی میں بڑا تکلف بڑے ٹھاٹ باٹ تھے۔ مسلمان جو یہاں آکر بس گئے تھے۔ وہ بھی ان کا رہن سہن اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن حضرت ابو درداؓ پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ تھا۔

حضرت عمرؓ ایک سفر کے دوران میں کچھ دن دمشق میں رکے کہ بہت سے ضروری کام کرنے تھے۔ حکومت کے کاروبار ختم ہوئے تو حضرت ابو دردا کو پوچھا بتایا گیا پڑھنے پڑھانے کے سوا وہ کوئی کام نہیں کرتے۔ امیر المومنین مسکرائے اور خاموشی سے ان کے گھر کی راہ لی۔ شام ہو چلی

تھی دیکھا نہایت معمولی مکان ہے۔ نہ کوئی شوکت و شان نہ ڈیوڑھی نہ دربان! آرائش و نمائش کی کوئی چیز کہاں؟ وہاں تو گھر میں چراغ بھی نہ تھا۔ حضرت ابو درداؓ اندھیرے میں کمبل اوڑھے ایک طرف پڑے تھے۔ وہی ابو درداؓ جن کے علم و حکمت کے چراغ سارے شام بلکہ تمام عالم اسلام میں روشن تھے۔ عسرت اور تنگی کا یہ حال دیکھ کر امیر المومنین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ اس قدر تکلیف سے کیوں رہتے ہیں؟ جواب ملا کہ "آنحضرت کا ارشاد تھا کہ ہمیں دنیا میں صرف اتنا سامان رکھنا چاہیے جتنا ایک مسافر کیلئے ضروری ہے۔ افسوس آپؐ کے بعد ہم لوگ کیا ہو گئے؟" نبیؐ اللہ کی یاد جو آئی تو دونوں بزرگ روتے رہے' روتے رہے حتیٰ کے صبح ہو گئی۔ حضرت سلمان فارسیؓ جب بھی شام جاتے انہیں کے پاس ٹھہرتے۔ دونوں میں بڑی محبت اور بڑا اخلاص تھا۔ حضرت ابو درداؓ کی زندگی کا حال کچھ ایسا تھا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ہی نہیں حضرت سلمانؓ بھی ایک بار چونک پڑے۔ انہیں روکا کہ اسقدر مسافرانہ زندگی نہ گزارو! کچھ اپنے نفس اور بیوی بچوں کا بھی خیال رکھو! اللہ کیساتھ ان کا حق بھی ادا کیا کرو! لیکن معلوم ہوا سب اس حال میں خوش تھے۔

حضرت عمرؓ نے بہت چاہا کہ ابو درداؓ کوئی عہدہ قبول کر لیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو ایک بار پھر انکو مجبور کیا جانے لگا۔ یہاں وہی ایک جواب تھا۔ بڑی مشکل سے دمشق کا قاضی بننا منظور کیا کہ اللہ کے بندوں کے جھگڑے چکائیں اور انہیں راہ راست پر لے آئیں۔ اس زمانے میں اکثر ایسا ہوتا رہا کہ امیر معاویہ جو قریب قریب تمام شام کے گورنر تھے دمشق سے باہر جاتے تو ان کو اپنا کام سپرد کر جاتے۔ حضرت ابو درداؓ اس بات سے بہت گھبراتے لیکن جتنے دن کام کرتے خدا اور رسول کے احکامات میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔

حضرت ابو درداؓ دل کے کھلے اور مہمانوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جو وظیفہ ملتا اس کا بڑے حصہ مہمانداری میں صرف کر دیتے۔ کچھ پاس نہ بھی ہوتا تب بھی مہمان کی بڑی خدمت کرتے۔ کھانے ہی کا اہتمام نہ ہوتا بلکہ مہمان رخصت ہونے لگتا اور ممکن ہوتا تو سفر خرچ کیلئے کچھ پیش کرتے۔ زندگی سراپا اصلاح و عمل تھی۔ کسی حاکم وقت سے کوئی غلطی سرزد ہوتی اور ان

کو معلوم ہوتا تو ٹوک دیتے۔ یہ خیال ہی نہ کرتے کہ وہ کس مرتبے کا آدمی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرتے دیکھا تھا اسلئے ہمیشہ اپنا کام آپ کرتے۔ مسجد نبویؐ میں ہوتے تو زمین صاف کرتے۔ پودے لگاتے انہیں پانی دیتے۔ بعض لوگوں کو تعجب ہوتا تو کہتے "یہ سب تو ثواب کے کام ہیں۔" ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے دیکھا راستے میں ایک شخص کو لوگ پکڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا "کیا معاملہ ہے؟" کسی نے بتایا کہ اس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ مجمع میں کوئی اسے گالی دیتا تھا کوئی بے تحاشا مارتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ "کوئی شخص کنویں میں گر پڑے تو اسے نکالنا چاہیے۔ گالی دینے سے کیا حاصل؟" یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس گناہ سے بچا لیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ اس شخص کو برا نہیں سمجھتے؟ فرمایا "فطرتاً اس میں کوئی برائی نہیں۔ اللہ اسے معاف کرے۔ جب توبہ کرلے گا تو میرا بھائی بن جائے گا۔"

ایک دن سعد بن ابی طلحہ عمری کو دیکھا۔ پوچھا "آپ کا مکان کہاں ہے؟" انہوں نے کہا کہ "گاؤں میں مگر گاؤں شہر سے قریب ہے!" فرمایا "شہر میں نماز پڑھا کرو! جس مقام پر اذان با نماز نہ ہوتی ہو وہاں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بھیڑیا ہمیشہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو اپنے گلے سے دور ہوتی ہے۔" حضرت ابو دردؓ بڑے زاہد و عابد انسان تھے۔ حضور اکرمؐ انکی بہت عزت رکھتے تھے۔ صحابہ کرام ان کی بڑی عزت کرتے۔ گھر اور باہر ان کے علم و فضل کے چرچے تھے۔ ہوا و ہوس زندگی کو چھو کر بھی نہیں گئی تھی۔ ہر فرض نماز کے بعد تسبیح پڑھتے۔ تہجد گزار عابد شب زندہ دار تھے۔ چاہے گھر پر ہوتے چاہے سفر میں چاشت کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتے اور ہر مہینے میں تین دن پابندی سے روزہ رکھتے۔

اس عمل کے باوجود خوف خدا ہمیشہ غالب رہتا۔ ایک بار خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو حالت یہ تھی کہ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا تھا۔ ہونٹ منہ خشک ہوئے جارہے تھے۔ بڑی مشکل سے بولے "بھائیو! اس وقت سے ڈرتا ہوں جب سوال و جواب ہوگا۔ پوچھا جائے گا کہ جو کچھ علم ہم نے دیا تھا اس کے برابر عمل کیوں نہ کیا تو کیا جواب دوں گا؟ قرآن مجید کی ہر آیت جسے پڑھتا رہتا ہوں سوال کرنے کھڑی ہو جائے گی کہ ہمارے ذریعے جو حکم دیا گیا تھا تم نے اسے پورا کیا؟ کوئی

پوچھے گی کہ جن باتوں سے ہم نے روکا تھا تم ان سے بچے رہے؟ کوئی آیت سوال کرے گی ہم نے تم کو خدا سے ڈرایا تھا اس کے عذاب کا خوف دلایا تھا کیا تم ان باتوں سے ڈرتے رہے جو خدا کو ناپسند تھیں---لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤنگا؟ ذرا سوچو کہ وہ کیسی سخت گھڑی اور کیسا سخت امتحان ہوگا اللہ سب کو اس وقت اپنی امان میں رکھے۔"

زندگی کے آخری دن تھے۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام دمشق آئے۔ اور ان کی خدمت میں پہنچے۔ پڑھنے کے شوق سے آئے تھے مگر دیکھا کہ استاد سخت بیمار ہیں۔ بچنے کی کوئی امید نہیں تو ٹھہر گئے۔ ایک دن حضرت ابو درداؓ نے کہا "جاؤ! لوگوں کو بتادو کہ اب میرے چل چلاؤ کا وقت ہے۔" اطلاع عام ہوئی تو بے حساب آدمی جمع ہو گئے۔ معلوم ہوا گھر پر مجمع لگا ہے تو فرمایا کہ باہر لے چلو۔ باہر گئے بیٹھانہ جاتا تھا۔ پھر بھی مجمع کو خطاب کیا۔ نماز کے بارے میں حدیث شریف سنائی اور بستر مرگ پر لوٹ گئے۔ مقصد یہ تھا کہ آخری درس حدیث کا ہو اور آخری سنت پوری ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے وصال سے پہلے نماز کے لئے تاکید فرمائی تھی۔

ہجرت کا بتیسواں سال تھا اور حضرت عثمانؓ کا دور خلافت کہ کوچ کا وقت آیا۔ جیسے جیسے موت کا وقت آتا گیا توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ بے چینی بڑھتی گئی۔ بیوی نے تسلی دی اور کہا کہ آپ صحابی رسول اکرمؐ ہیں۔ خدا ضرور آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس قدر گریہ وزاری نہ کیجئے۔ بولے "کچھ پتہ نہیں کیا ہوگا؟" پھر بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ بلال! یہی وقت تم پر بھی آئے گا۔ بیٹا! اس دن کیلئے کچھ کر رکھو! اس کے بعد کلمہ طیبہ کے ورد میں لگ گئے۔ ایسی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ ایک تابعی بزرگ حضرت مسروق جو اپنے دور میں امام تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ "تمام صحابہ کا علم چھ بزرگوں میں جمع ہو گیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو درداؓ تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے "دونوں باعمل عالموں کا کچھ ذکر کرو!" مراد ہوتے حضرت ابو درداؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ! جب حضرت معاذ بن جبلؓ کا انتقال ہونے لگا تو طالبان علم دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کہ اب کس سے علم حاصل کریں اور کس کے عمل کو دیکھیں تو خود حضرت معاذ نے فرمایا کہ ابو درداؓ سے سیکھنا، علم بھی عمل بھی!

(زیر ترتیب کتاب بزم الف، لام، میم کا ایک باب)

مدیر

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ کے نام مدیر الحق کا نا تمام مکتوب

درج ذیل ادھورا مکتوب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کی خدمت میں راقم نے 22/12/99 کو لکھا تھا جسے یکم جنوری بروز ہفتہ پوسٹ کرانا تھا لیکن حضرتؒ کا بروز جمعہ وصال ہو گیا۔ دست بید اداجل کی ستم ظریفی کی بدولت اسکو پوسٹ کرانے کی نوبت ہی نہ آسکی۔ خونِ دل، خونِ جگر خون شوق اور خونِ تمنا کا یہ نا تمام مکتوب جو منزل مطلوب اور دیارِ محبوب تک پہنچ نہ سکا۔ اب سوچتا ہوں کہ اپنے کشتہ افکار و خیالات اور سوختہ جذبات کو کس کے حضور پیش کروں...... ؟ بس فقط خاطرِ پریشاں کی تسلی کیلئے اور "من قاش فروشِ دل صد پارہ خویشم" کے مصداق اسے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

وَاِن اَنَالمِ اَفزبمر ادسَعیی فکَم مِن حَسرۃٍ تحت التراب (راشد سمیع)

محترم المقام جناب عالی قدر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب متعنالله بطول حیاته و بعلومه۔

السلام علیکم! امید ہے مزاج اقدس بخیر ہونگے۔ عرصہ دراز سے راقم کی یہ دیرینہ آرزو رہی کہ آنجناب کے حضور خط لکھوں۔ لیکن ایک طرف آپکی عظمتِ شان، عبقریت اور ہشت پہلو شخصیت جبکہ دوسری جانب ایک بے مایہ طفل مکتب کے مابین فرق مراتب کی بنا پر ہمیشہ راقم نے خط لکھنے کی جسارت کو ایک طرح کی بے ادبی کے مترادف جانا۔ اور ہمیشہ یہ خیال دامن گیر رہا کہ

ع کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ

پھر جب آنجناب ۱۹۹۸ء میں رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے اجلاس میں شرکت کیلئے مختصر دورے پر لاہور تشریف لائے تھے۔ تو اس موقع پر نالائق راقم السطور کو آنجناب کی معیت اور قدموں میں پانچ دن تک رہنے کا نادر موقع اللہ نے فراہم کیا۔ اب تک دل و دماغ آپکی شخصیت، ملاقات، خطابات، مواعظ کے سننے اور دیگر خوشگوار یادوں کی تسنیم و کوثر سے معطر و منور ہیں۔

بہر تسکین دل میں رکھ لی ہے غنیمت جان کر جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

اس موقع پر ہم جیسے بے مایہ تشنہ گانِ علم نے علم و فضل اور شفقت و محبت کے بحر زخار سے خوب خوب کسب فیض کیا۔ آنجناب سے حضرت والد صاحب مولانا سمیع الحق مدظلہ (مہتمم و مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'الحق' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) نے جامعہ اشرفیہ میں میری تفصیلی ملاقات کرائی تھی۔ میں نے دوران ملاقات اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ آنجناب کے حضور کبھی کبھی چند سطور لکھا کروں گا تاکہ اپنی عقیدت و محبت اور دلی وار فتگی کی تسکین کر سکوں۔ آنجناب نے فرمایا تھا کہ ضرور خط لکھا کریں، مجھے خوشی ہوگی اور میں جواب بھی دیا کرونگا۔ لیکن پھر راقم لاہور کے اجلاس کے بعد جامعۃ الازہر قاہرہ تحصیل علم کیلئے چلا گیا اسلئے خط نہ لکھ سکا۔ لیکن ماہنامہ 'الحق' اور روزنامہ 'جنگ' میں آپکی آمد رابطہ ادب اسلامی کے اجلاسوں کی کاروائی اور خصوصاً آپکے ساتھ بیتے ہوئے پانچ روز کی مفصل روداد لکھی۔ امید ہے وہ اورقِ پریشاں (شمارے) آنجناب کی نظر سے گزرے ہونگے۔ کچھ عرصہ قبل آنجناب کی بیماری نے اس ناکارہ کو انتہائی پریشانی اور تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ امید ہے کہ آنجناب کے مزاج اقدس پہلے سے بہتر ہونگے۔ میں نے اسی دوران گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں الحق کے شمارہ اپریل' مئی ۹۹ء میں آپکی بیماری پر عیادت اور صحت یابی کیلئے چند سطور سپرد قلم کئے تھے۔ پھر بعد میں برادرم مولانا محمود الحسن حسنی کے تفصیلی خط کے ذریعے آپکی صحتیابی کے بارے میں آگاہی ہوئی اور یہ خوشخبری بھی پڑھی کہ آنجناب نے اس نالائق کے اس شذرہ کو پسند بھی فرمایا میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا قابل رشک اعزاز ہو سکتا ہے۔

دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں ؎ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں

آنجناب کی عظمت کا معترف تو پورا عالم انسانیت ہے۔ لیکن میرے لئے آنجناب کی شخصیت اور ذات مبارک ایک زندہ جاوید آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ میری زندگی کی بڑی خواہش یہ رہی ہے کہ آنجناب کے پاس رائے بریلی میں شرفِ استفادہ اور کسبِ فیض کیلئے حاضر ہو سکوں۔ تاکہ اپنی کم علمی' خامیوں اور نفس کی اصلاح ہو سکے۔ بہر حال میرا دل ہر وقت آپکی یاد اور آپکے افکار سے منور رہتا ہے۔ میرے لئے خصوصی اوقات میں دعا فرمائیں۔ کہ لوح و قلم اور صحافت کی وادیوں میں راقم ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے اسلام کی سچی خدمت کر سکے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سچ اور صحیح لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ راقم السطور کا ارادہ ہے کہ ماہنامہ الحق بھی نئی صدی کی تیاریوں میں اپنا کردار ادا کر سکے اور اس سلسلے میں ہم نے ایک خصوصی اشاعت کا ارادہ کیا ہے اسکا عنوان "اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام' نمبر ہوگا .... (ناتمام)

افکار و تاثرات　　بنام مدیر

حضرت مولانا علی میاںؒ کی وفات کے سلسلے میں تعزیتی خطوط

از دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی (لکھنو)

برادرم محترم و فاضلف مکرم جناب مولانا راشد الحق صاحب زیدت مکارمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے بعافیت ہونگے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال پر جناب کا گرامی نامہ ملا جو باعث تسکین و تقویت ہوا۔ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب مد ظلہم اور حضرت مولانا سید محمد واضح صاحب نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دیگر افراد خاندان نے بھی اس سے تقویت محسوس کی، اللہ تعالیٰ جانبین کے اس تعلق کو اور بڑھائے اور اسکے اچھے نتائج سامنے آئیں۔ آپ نے حضرت کے آخری سفر پاکستان پر جو لکھا تھا وہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا تھا اور پسند کیا تھا۔ حضرتؒ کو آپ کے دادا صاحبؒ اور والد صاحب مد ظلہ سے جو تعلق تھا اسکے بتانے اور ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ، حضرت کو پاکستان میں جن لوگوں سے خصوصی مناسبت تھی ان میں آپ کے والد صاحب دام ظلہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ممتاز ہیں ، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا اس سانحہ عظیم سے صرف ایک دن پہلے رائے بریلی سے فون آیا تھا مگر حضرت اس وقت آرام فرمارہے تھے اس لئے حضرت سے تو بات نہ ہوسکی تھی انکے سب سے معتمد علیہ فرد خاندان اور موجودہ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع صاحب مد ظلہ سے بات ہوئی تو انہوں نے دوسرے روز جمعہ کو فون کرنے کو کہا، مگر وہی دن حضرتؒ کے وصال کا ثابت ہوا۔ آپکے دار العلوم حقانیہ اور اکوڑہ خٹک کا حضرتؒ اکثر ذکر فرماتے تھے اور حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کے تعلق و نسبت سے اسکے ذکر سے خوش ہوتے تھے۔ حضرتؒ کو ہر وہ جگہ عزیز تھی جہاں حضرت سید احمد شہیدؒ کا قیام ہوا ہو۔ الحمد للہ اکوڑہ خٹک بھی وہ مبارک جگہ ہے جہاں حضرت سید صاحبؒ کا پیغام زندہ ہے (دار العلوم حقانیہ کی صورت میں) اور انکا مشن آگے بڑھ رہا ہے اور یہ یقینی طور پر حضرتؒ کیلئے خوشی اور اطمینان کی بات تھی، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو انکی مزید توفیق دے۔

حضرتؒ کی ہمہ جہتی اور عبقری شخصیت پر متنوع مضامین یہاں انگریزی، ہندی اور اردو اخبارات اور جرائد میں خوب اور مسلسل آرہے ہیں۔ نہ لکھنے والے تھک رہے ہیں اور نہ پڑھنے والے اکتا رہے ہیں جبکہ عرب ممالک میں عربی میں اہل تعلق آپؒ کی شخصیت کو نئے نئے انداز سے پیش کررہے ہیں، کوشش کی جارہی ہے کہ وہ سب کے سب اکٹھے ہو جائیں۔

حضرتؒ کے آخری دن پر خاکسار راقم نے بجوش پڑا "بانگ درا"، لکھنو کیلئے لکھا اور مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی نے "تعمیر حیات" میں "مرد مومن کا آخری سفر" کے عنوان سے مضمون قلمبند کیا۔ فی الحال یہ دونوں آپ کو ارسال کئے جارہے ہیں۔ آخری رمضان پر بھی ناچیز لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ بھی ان شاء اللہ ارسال کرے گا۔ حرم مکی و مدنی میں حضرت کی غائبانہ نماز جنازہ کا علم تو آپ کو ہوا ہی ہوگا۔ ملک فہد، ولی عہد شہزادہ عبداللہ اور دیگر ارکان مملکت سعودیہ نے اہتمام سے شرکت کی تھی، اس سلسلہ میں امام حرم صاحب کا خط بھی ارسال ہے۔ حضرتؒ کے حادثۂ وفات پر حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء کا مضمون "طاب حیا و طاب میتا" ارسال کیا جارہا ہے، ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیں اور حضرت والد صاحب دام ظلہ کی خدمت میں سلام پہونچاویں اور درخواست دعا کریں۔

والسلام

خاکسار (مولانا) محمود حسن حسنی

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"الحق" کا تازہ شمارہ موصول ہوا عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کے وصال پر جتنے مقالات اور مضامین اس میں شائع ہوئے ہیں غالباً پاکستان کے کسی دوسرے مجلہ میں نہیں ہوسکے۔ "الحق" کا یہ شمارہ گویا "علی میاں نمبر" ہی ہے جس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ البتہ مستقل نمبر کی ضرورت اپنی جگہ مسلم ہے۔ تمام مقالات و مضامین نہایت عمدہ ہیں۔ عزیز بھائی ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کا مضمون بھی اچھا ہے البتہ اس میں دو باتیں درست نہیں ہیں اور یہ مجھے کمپوزنگ کی غلطی معلوم ہوتی ہے جسکی اصلاح نہیں ہوسکی۔ ص ۴۶ کی سطر ۱۶ پر لکھا ہے کہ "مولانا کے چچا ڈاکٹر (ایم بی بی ایس) سید عبدالعلی تھے" لیکن مولانا حکیم

ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ مولانا علی میاںؒ کے بڑے بھائی تھے۔ چچا نہیں تھے۔

ص ۷۴ کی پہلی سطر "اسی زمانے میں مولانا غلام محمد دین پوری سے بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔" لیکن مولانا علی میاںؒ کی بیعت تو حضرت غلام محمد دین پوریؒ سے تھی۔ خلافت البتہ حضرت دین پوریؒ کے خلیفہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے حاصل ہوئی۔ اسی طرح وہ مرشدی حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کے بھی خلیفہ مجاز تھے۔

الحق اگر مولانا علی میاںؒ پر انکے شایان شان نمبر کا اہتمام کر دے تو کیا ہی اچھا ہو۔ میں اپنا مفصل مضمون بھی ارسال خدمت کرونگا۔ سب کو سلام مسنون والسلام علیکم

(بریگیڈئیر (ر) ڈاکٹر) فیوض الرحمان، راولپنڈی

....

برادرم محترم راشد الحق صاحب

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی

آنجناب کے محبوب ممدوح آپ کے والد مکرم مدظلہم کے قدیم رفیقِ علمی اور میرے محبوب اور طالب علمی کے دور کے پسندیدہ جریدہ الحق کے واحد مرغوب قلمکار عالم اسلام کی برگزیدہ اور چیدہ شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے سانحہ ارتحال پر دلی تعزیت قبول فرمائیں۔

لو كانت الدنيا تدرم بواحد - لكان رسول الله فيها مخلداً۔

جب ان کی رحلت کی جانگداز خبر ملی تو مجھے سب سے پہلے دو چار افراد کے غم رسیدگی کا جو خیال آیا اس میں آپ سر فہرست تھے۔ دینی مجلات ملتے رہے اور میں شذرات غم پڑھتا رہا لیکن آپ کے شذرہ حزن کا شدت سے انتظار رہتا اس تاثر کے ساتھ کہ جب آپکا حزنیہ پڑھنے کو ملے گا۔ تو سماں یہی ہوگا کہ قفا نبك من ذكرى حبيب و منزل لنطفى به حر الفواد المشعل

بہر حال الحق تقریباً سب کے آخر میں آیا اور اس نے آخری مقرر اور آخری نمائندہ ہونے کا حق بھی ماشاء اللہ خوب ادا کر دیا۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مجھے چاہیے تھا کہ آپ کو بہت جلد تعزیتی عریضہ لکھتا مگر یہ ناکارہ جن عوارضات میں مبتلا ہے اسکا

آپ کو اندازہ نہیں ہے اگر یہ صورت نہ ہوتی تو میں اپنے ابو الحسن ثانی آپکے والد مکرم کی صحبتوں سے ہفتہ وار فیضیاب ہوتا۔ میرے اوپر آپکے دادا جانؒ اور آپ کے والد ماجد مد ظلہ کے بیحد احسانات ہیں۔ دادا جان کو سب سے پہلے میں نے ہی امیر المومنین فی الحدیث کے پیارے نام سے زمانہ طالب علمی میں یاد کیا وہ تو میرے شیخ ہی ہیں لیکن آپ کے والد ماجد مد ظلہ کے احسانات بھی میرے اوپر بے تحاشہ ہیں 'ابو الحسن علی ندویؒ کے نام اور کام سے مجھے سب سے پہلے آپ کے والد مکرم نے ہی واقف کرایا ہے۔ یہ ان کا عجیب احسان ھے آپکے والد ماجد کے ایماء پر پھر میں نے مولانا ابو الحسنؒ کو پڑھا اور ہر لفظ میں حسن ہی حسن نظر آیا۔ بد قسمتی سے میں نے انکو دیکھا نہیں لیکن اپنے تصور میں انکا سراپا اور لب ولہجہ خود تعین کیا ہے،

اف ترے تصور کی رعنائی تو کتنا حسین تر نکلا

جب آپ کے والد مکرم مولانا علی میاںؒ کیلئے داعی کبیر کا نام لکھتے اور بولتے تو عجیب سماں ہوتا۔ بہر حال یہ ناتمام سی تعزیت قبول فرمائیں۔ حضرت اقدس آپ کے والد مکرم کی خدمت تحریری تعزیت بے ادبی سمجھتا ہوں حاضری کی کوئی تقریب نکالنے کی سعی میں ہوں۔

بھائی عزیز محمد نسیم صاحب کی جانب سے ھدیہ سلام اور مضمون واحد۔

(حضرت مولانا) قاضی عبد الحلیم حقانی

(امین عام کتب خانہ نجم الہدیٰ و مدرس نجم المدارس' کلاچی)

....

السلام وعلیکم۔ ماہنامہ "الحق" کا شمارہ شعبان ورمضان موصول ہوا۔ آپ نے حضرت علی میاںؒ کے حوالے سے جس طرح مضامین کو جمع کیا اور ترتیب دیا ہے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس شمارے کو علی میاںؒ نمبر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ آپ نے دینی جرائد کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔ اگرچہ بعد میں بھی مختلف تحریریں سامنے آئیں گی تاہم الحق کو حقیقتاً اولیت حاصل رہے گی۔ پاکستان کے قومی اخبارات اور قومی ذرائع ابلاغ کو تو جیسے اس علمی المیہ کی اہمیت کا اندازہ تک نہیں۔ ٹی وی والوں نے صرف تین سیکنڈ کی خبر نشر کی۔ اخبارات میں بھی کچھ زیادہ نہیں لکھا گیا اس بے حسی کے حوالے سے آئندہ شمارے میں بھرپور لکھئے۔

ہم نے فیصل آباد میں حضرت علی میاں ندوی کے حوالے سے گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں تعزیتی ریفرنس منعقد کیا تھا۔ اسکی مختصر کاروائی التجوید میں شائع کی گئی ہے۔ اس تعزیتی ریفرنس میں اس عاجز نے جو مقالہ پڑھا وہ آپکو بھجوا رہا ہوں۔ پسند فرمائیں تو الحق میں شائع کر دیں۔

اکیسویں صدی کے چیلنج کے حوالے سے الحق نمبر کیلئے ان شاء اللہ مضمون روانہ کرونگا۔ مولانا سمیع الحق صاحب کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام۔

والسلام　　پروفیسر (ڈاکٹر) قاری محمد طاہر
مدیر ماہنامہ "التجوید" فیصل آباد

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

عالم اسلام کے عظیم مجاہد و داعی اور مفکر سید ابو الحسن علی ندویؒ اپنے رب کے حضور راضیۃ مرضیۃ پہنچ گئے۔ گذشتہ کئی سالوں سے حضرت علی میاںؒ سے تعلق رہا مجھے ان کی فکر و دعوت کے بارے میں کچھ لکھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ مخدومی و سیدی سید نفیس الحسینی کی شدید آرزو ہے کہ میں حضرت علی میاںؒ کی فکر و دعوت کے سلسلہ میں ایک کتاب ترتیب دوں۔ چنانچہ شاہ صاحب کی اسی آرزو کی تکمیل کی غرض سے مصروف و مشغول ہوں۔

امید ہے کہ 'الحق' کے گذشتہ ایک دو شماروں میں حضرت علی میاںؒ کی وفات کی مناسبت سے آپ کے قلم سے شذرات اور مضامین شائع ہوئے ہونگے۔

'الحق' کے جنوری، فروری، مارچ کے شمارے ارسال فرما کر ممنون ہوں۔

خدمت میں حاضری کا متمنی ہوں۔　　والسلام و غا طالب

محمد ارشد　سویڈش پاکستانی انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، گجرات

سلام مسنون! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

ہندوستان میں ایک ہزار سالہ مسلم عظمت و شوکت کے خاتمہ کے عنوان سے ماہ جنوری / فروری کے شمارہ الحق کا نقش آغاز اور دیگر تعزیتی مضامین پر مبنی تازہ شمارہ علی میاںؒ نمبر کی اشاعت پر

پاکستان میں اہل علم وادب اور عالم مسلمانوں کی طرف سے ادارہ الحق اور آپ نے رہبری ورہنمائی کا اولین حق ادا کر دیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں علی میاںؒ کی وفات کے فوراً بعد دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا اتنی جلدی میں یہ نمبر شائع کرانا ایک بڑا اور پہلا اعزاز ہے یقیناً اسکے بعد بھی چراغ روشن کئے جائیں گے لیکن الفضل للمتقدمین کے مطابق آپ ہی کی قسمت میں یہ سعادت آئی۔ آپ کی انتہائی کم عمری میں حضرت علی میاںؒ کیساتھ ربط و تعلق، خط و کتابت اور حضرتؒ کا دارالعلوم حقانیہ آنا اور دو سال قبل لاہور میں ایک ہفتہ مسلسل حضرت کی معیت میں وقت گزارنے کا شرف حاصل کرنا بعد المشرقین کے انداز میں عمر کے فاصلوں کے باوجود آپ اور علی میاںؒ کے تعلق نے ہم سب کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ میں ہندوستان میں حضرت علی میاںؒ کے پسماندگان کے بجائے یہ تعزیتی خط آپ ہی کے نام بھیج رہا ہوں۔ آپ جسطرح 'الحق' کے پلیٹ فارم سے تحریر وادب اور افکار و نظریات کی دنیا میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کے کاروان میں ایک بہادر جرنیل کا کردار ادا کر رہے ہیں اس پر ہم آپ کیلئے دن رات دعاگو رہتے ہیں آپ نے حضرت علی میاںؒ کی جدائی اور فراق پر ایک منفرد، جامع اور بے مثال تعزیتی اداریہ لکھ کر صحیح معنوں میں عقیدت و محبت اور قلبی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔ جس طرح امام المحدثین حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی وفات پر استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحقؒ نے حضرت علی میاںؒ کے نام تعزیتی خط ارسال کیا تھا اسی طرح آج مسلمانان پاکستان پر واجب ہے کہ تعزیتی خطوط اور تاثرات حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور آپ کے نام ارسال کریں۔ اس لئے کہ ہم سب آپ کے خاندان اور آپ دونوں حضرات کو انکا صحیح اور حقیقی جانشین اور تعزیت کرنے کا حقدار سمجھتے ہیں۔ دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ علی میاںؒ ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو استاذ المحدثین، استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحقؒ سے استفادہ فیض و شرف ملاقات کی خاطر دارالعلوم حقانیہ آئے اسی ہی تعلق کو استاذ معظم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ رئیس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے علمی جامہ پہنایا بعد میں انکے ساتھ تادم حیات ایک مثالی عقیدت کا تعلق قائم رکھا۔ آپ نے صحیح لکھا تھا کہ حضرت علی میاںؒ کی یاد میں دجلہ، فرات، نیل، آمو، راوی، اباسین، گنگا، جمنا، پنجکوڑہ سب غم کے آنسو بہا رہے ہونگے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تستهدما

آپ عظیم رہنما اور اسلام تعلیمات کی بولتی تصویر تھے مولانا آزادؒ کے بعد آپ ہندوستان سمیت تمام مسلمانانِ عالم کے رہنما تھے انکی ساری زندگی میں مسلمانوں کی عظیم تاریخ کی مثالیں موجود تھیں۔ حضرت علی میاںؒ یقیناً اس صدی کے بہت بڑے عبقری دماغ رکھنے والے انسان تھے 'شرق و غرب میں انکے علم و حکمت کا چرچا تھا انکی وفات پر مسلمہ امہ کو بہت نقصان اٹھانا پڑا صرف ہندوستان ہی یتیم نہیں ہوا بلکہ دعوت و عظیمت کی تحریک میں شعور و آگہی سے لیس کروڑوں مسلمانوں بھی یتیم ہو گئے۔ درحقیقت راہ حق کے مسافر 'انسانیت کے علمبردار اور علم و دانش کا معلم و مربی مرتے نہیں اور موت کی یہ مجال نہیں کہ نفوس قدسیہ کو فنا کر سکے۔ اللہ کے یہ عظیم نیک بندے مادی حیثیت میں مرتے ہیں لیکن انکے افکار و نظریات نہیں مرتے اور انکے نظریات روشن قندیلیں بن کر اندھیروں میں اجالا پھیلاتی رہتی ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ یہ ہستیاں اپنے افکار و نظریات کیساتھ مدفون ہو جاتیں تو پھر اسی ہی گھڑی قیامت برپا ہو جاتی۔ دنیا کا رنگ ڈھنگ اور زیب و زینت ان ہی بزرگان دین متین کے طفیل سے قائم و دائم اور زندہ و تابندہ ہے۔ حضرت علی میاںؒ مرے نہیں وہ زندہ و جاوید ہیں۔ انکا مشن زندہ ہے وہ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ آپکے نقش آغاز کے بعد علماء کرام کے اصلاح میں تحصیل حاصل کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ طوالت کیلئے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن حضرت علی میاںؒ کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ بے اختیار نوکِ قلم پر بہت کچھ آگیا۔

آپکا بھائی (مدیر اعلیٰ "ترجمان صفہ") محمد رحیم حقانی

سرائے پایان 'تلاش 'ضلع دیر

....

محترم و مکرم جناب راشد الحق حقانی صاحب۔ السلام وعلیکم ! امید ہے آپ تمام حضرات سلامت ہونگے۔ ماہنامہ "الحق" کا خصوصی شمارہ برائے ماہ جنوری 'فروری 2000ء موصول ہوا۔ مشکور ممنون ہوں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مرحوم و مغفور واقعی ایک بے بدل عالم تھے وہ حقیقتاً اس دور کے مجددؒ تھے۔ امیر شکیب ارسلان نے بجا کہا تھا کہ گزشتہ ایک ہزار سال میں عالم

اسلام میں جو عظیم ہستیاں پیدا ہوئیں ان میں علامہ اقبالؒ مرحوم کا مقام سب سے بلند ہے اور یہی جملہ اب مولانا حضرت علی میاںؒ پر سو فیصد صادق آتا ہے۔ انکی وفات سے عالم اسلام خصوصاً بر صغیر ایک عظیم مخلص، دردمند، اور ہمدرد مسلم رہنما سے محروم ہو گئی ہے اور انکی پیدا کردہ خلا کو شاید کبھی بھی پر نہیں کیا جاسکے گا۔ میری طرف سے تمام قارئین 'الحق' تعزیت قبول فرمائیں۔ آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔ والد محترم، ڈاکٹر صاحب اور دیگر حضرات کو خصوصی سلام عرض کیجئے۔

والسلام

آپ کا مخلص احتشام اللہ جان (ایم اے) پوسٹ ماسٹر جنرل، پشاور

....

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپکا والا موصول ہوا جس میں آپ نے عالم اسلام کی عبقری شخصیت بلکہ آپ ہی کے الفاظ میں بر صغیر پاک و ہند اور عالم اسلام کے بطل جلیل ممتاز و یکتا نابغہ روزگار ہشت پہلو شخصیت داعی عظیم، ادیب بے بدل صدہا کتب کے مصنف مبلغ اسلام رکن مجلس تاسیسی رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید ناظم مدینہ منورہ ابوالحسن علی ندویؒ کو جن شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ یقیناً آپ ہی کا خاصہ ہے۔ یقیناً ہم سب کو اپنے خاندان کے افراد سے زیادہ غم حضرت کی وفات سے پہنچا ہے۔ مرحوم ہمارے روحانی شیخ اور مربی تھے۔ بندہ کیساتھ حضرت والا کے دو تین خطوط موجود ہیں اور مرحوم نے میری درخواست پر ہماری جامعہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی تھی۔ ماہنامہ الحق نے حضرتؒ کی وفات پر تعزیتی نمبر شائع کر کے بہت نیک کام کیا ہے۔ ہم آپ اور حضرتؒ کے خاندان اور تمام علمی حلقوں کے ساتھ دلی تعزیت کرتے ہیں۔ میں خود بھی آپ سے تعزیت کے لئے حاضر ہوا تھا لیکن آپ تشریف فرمانہ تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سلام عرض کریں۔

والسلام آپ کا بھائی (مولانا) ایاز احمد حقانی،

(مہتمم) جامعۃ الاسلامیہ الفریدۃ، چارسدہ

☆..........OOO..........☆

ادبیات

حافظ محمد ابراہیم فانی

طلعتِ صبحِ درخشاں کوئے تو

رشکِ جنت جانِ جاناں کوئے تو
جلوہ گاہِ حسنِ خوباں کوئے تو

آبروئے نازنینانِ وطن
آرزوئے دلفگاراں کوئے تو

من چہ خواہم از بہار و فصلِ گل
عنبرین و گل بداماں کوئے تو

بیدلاں را ملجاء و ماؤائے شوق
عاشقاں را ماہِ کنعاں کوئے تو

چشمہء آبِ زلال و حوضِ فیض
بہر ما تشنہ لباناں کوئے تو

میروند سوئے مصلےٰ دیگراں
"عیدگاہِ ماغریباں کوئے تو"

نازشِ شہرِ نگاراں مرحبا
طلعتِ صبحِ درخشاں کوئے تو

سائلے تو فانیؔ ءِ بیچارہ ام
مرجعِ ما بینوایاں کوئے تو

ایں غزل بہ تحریکِ مصرعہء "عیدگاہ ماغریباں کوئے تو" از دلِ ویران وخاطر پریشان بر صحیفہ وجود و مصنہ شہود نمودار شد۔ (فانیؔ)

دارالعلوم کے شب وروز

جناب نثار محمد

برطانوی سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد : گزشتہ ہفتے برٹش ہائی کمیشن کے پولیٹیکل سیکشن کے دو نمائندے، فسٹ سیکرٹری Mr. Rowan Laxton اور سیکنڈ سیکرٹری Mr. Richard Joynson دارلعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملنے کیلئے اسلام آباد سے تشریف لائے۔ مولانا مدظلہ کی عدم موجودگی میں انہوں نے مولانا حامد الحق حقانی اور مدیر الحق مولانا راشد الحق سمیع صاحب سے تفصیلی ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبے دیکھے اور انتہائی متاثر ہوئے۔ بعد میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر آپ نے دو گھنٹے تک مدیر الحق کے ساتھ مختلف عالمی حالات اور خصوصاً تحریک طالبان، اسامہ بن لادن، پاکستان کی فوجی حکومت اور مذہبی جماعتوں کا رد عمل، چیچنیا کی صورتحال اور دیگر اہم موضوعات پر بات چیت کی۔ مدیر الحق نے ان پر زور دیا کہ برطانیہ حقائق کو تسلیم کرے اور طالبان حکومت کے بارے میں اپنی پالیسی تبدیل کرے۔ برطانیہ کو امریکہ کی اتباع نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اپنے تشخص اور سابقہ حیثیت کے مد نظر عالمی امور میں منصفانہ موقف اختیار کرنا چاہیے۔ خصوصاً کشمیر کا مسئلہ جو برطانوی دور سے ہی برصغیر کے امن وامان کیلئے مستقل خطرہ بنا ہوا ہے کو حل کرانے میں خصوصی دلچسپی لے۔ مدیر الحق نے چیچنیا کی صورت حال پر مغربی ممالک کی خاموشی پر ان سے احتجاج کیا۔

حرکت المجاہدین کے امیر مولانا فضل الرحمان خلیل کی آمد : گزشتہ ماہ حرکت المجاہدین کے امیر مولانا فضل الرحمان خلیل صاحب اور معروف جہادی کمانڈر مولانا محمد کشمیری صاحب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے خصوصی طور سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ اور ان سے کشمیر کی موجودہ صورتحال پر تفصیلی بات چیت کی۔ ملاقات میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ بھی موجود تھے۔ اور افغانستان، چیچنیا سمیت عالم اسلام کی صورت حال پر صلاح ومشورے کئے گئے۔

مسلم لیگ کے نائب صدر جناب اعجاز الحق صاحب کی دارالعلوم آمد : اسی طرح گزشتہ ماہ معروف مسلم لیگی لیڈر اور سابق صدر پاکستان ضیاء الحق شہید کے بڑے فرزند جناب اعجاز الحق صاحب مولانا مدظلہ سے ملنے کیلئے دارلعلوم تشریف لائے۔ اور انہوں نے مولانا مدظلہ سے ملک کی سیاسی

صورتحال پر بات چیت کی۔ اور کچھ دیر دارالعلوم میں قیام کیا۔

جاپانی صحافیوں کی دارالعلوم آمد : گزشتہ دنوں دارالعلوم کی عالمی شہرت کے پیش نظر جاپان کے معروف اخبار دی مائی نیچی کے چیف رپورٹر دارالعلوم کا دورہ کرنے کیلئے تشریف لائے اور انہوں نے مختلف شعبہ دیکھے اور کئی طلبہ سے انٹرویوز ریکارڈ کروائے۔ بعد میں آپ نے مولانا سمیع الحق مدظلہ سے بھی تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔

مدیر الحق کی وطن واپسی : مدیر الحق جناب مولانا راشد الحق سمیع صاحب کی افریقہ کی بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے بعد گزشتہ دنوں وطن واپس تشریف لے آئے۔ آپ کا یہ دورہ 25 دن پر مشتمل تھا۔ افریقہ کے علاوہ آپ چھ دن جزیرہ مالٹا میں رہے اور بعد میں آپ اٹلی بھی تشریف لے گئے اور وہاں چودہ دن تک قیام کیا۔ آپ نے اس سفر میں متعدد اہم علمی شخصیات اور کئی اسلامک انسٹیٹیوٹس کا بھی دورہ کیا۔

دارالعلوم کے شعبہ رسائل و جرائد کی تدوین نو رمضان المبارک کی تعطیلات کے دوران دارالعلوم کے شعبہ رسائل و جرائد کی از سرِ نو ترتیب و تدوین کی گئی۔ اور ہزاروں رسائل کی جلد بندی کی ہوگئی۔ الحمدللہ دارالعلوم کے اس شعبہ میں رسائل و جرائد کا ایک نادر تاریخی ذخیرہ موجود ہے۔ یہ ذخیرہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ آپ نے بچپن ہی سے جرائد کی جلد بندی و ذخیرہ اندوزی سلیقے کے ساتھ شروع کی تھی۔ تعطیلات میں آپ نے ساری مصروفیات چھوڑ کر خود طلباء کے ساتھ بیٹھ کر از سرِ نو متفرق جرائد کو یکجا کیا۔

دارالعلوم کے انتہائی مخلص مولانا فضل علی کو صدمہ : گزشتہ ماہ مورخہ ۲۹ فروری کو دارالعلوم حقانیہ کے قابل فاضل اور انتہائی مخلص مولانا فضل علی صاحب کی والدہ کازروئی میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ میں علماء صلحاء اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ اور مدیر 'الحق' مولانا راشد الحق سمیع صاحب سمیت دیگر اساتذہ کرام نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ بعد ازاں نائب مہتمم حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ بھی تعزیت کیلئے انکے گھر تشریف لے گئے۔ ادارہ مولانا فضل علی صاحب کیساتھ تعزیت کرتا ہے اور مرحومہ کے رفع درجات کیلئے دعاگو ہے۔

تبصرہ کتب

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

کتاب : لامیۃ المعجزات مصنف : حضرت مولانا محمد حبیب الرحمان صاحب قدس سرہ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند اردو ترجمہ و تشریح (البینات) شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب نوراللہ مرقدہ سابق شیخ الادب دارالعلوم دیوبند قیمت : ۴۲ روپے
ضخامت : ۸۸ صفحات ناشر : مکتبہ العارفی جامعہ اسلامیہ امدادیہ ،فیصل آباد

زیر تبصرہ رسالہ علامہ مولانا ادیب وقت محمد حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند کا تصنیف کردہ ہے جسمیں انتہائی بلیغ انداز میں حضور ﷺ کے سو معجزات تحمید و صلوٰۃ اور تذکیر سمیت ۲۵۴ ابیات میں بیان کئے گئے ہیں زبان و بیان نہایت عمدہ اسلوب بھی انتہائی دلنشین اور موثر ہے۔ چونکہ اسکے مصنف مولانا محمد حبیب الرحمان صاحب قدس سرہ اپنے وقت کے عظیم ادیب تھے ادب عربی میں آپکو جو مہارت حاصل تھی وہ آپ ہی کا حصہ ہے آپکے اس اعلیٰ ذوق کی دلیل یہ شاہکار عربی رسالہ ہے پھر اس پر طرہ یہ کہ اسکا ترجمہ بھی شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب نورہ اللہ مرقدہ کے قلم سے ہے انہوں نے ترجمہ کیساتھ ابیات کی تشریح اور مشکل الفاظ کی توضیح کیساتھ ساتھ ہر شعر کی فنی خوبیاں بھی اجاگر کی ہیں اور اردو میں سلیس اور بامحاورہ ترجمہ و تشریح گویا سونے پہ سہاگہ ہے۔ مکتبہ العارفی جامعہ اسلامیہ امدادیہ گلشن امداد فیصل آباد نے خوبصورت انداز میں اسکی طباعت کا اہتمام کر کے ایک اہم ضرورت کی تکمیل کر دی۔

....

کتاب : فضائل کا نچوڑ حضرت مولانا عبدالغنی طارق صاحب
(ترجمہ) لباب الحدیث : علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ ضخامت : ۱۸۶ صفحات
قیمت : درج نہیں ناشر : مکتبہ مکیہ مکی مسجد ۲۲ علامہ اقبال روڈ لاہور

علمی دنیا میں علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ کے نام نامی سے ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جو ناواقف ہو۔ آپ نے مختلف علوم و فنون اور متنوع موضوعات پر مفصل و مطول اور مختصر کتابیں لکھی ہیں۔ جو کہ ارباب علم و فضل سے خراج تحسین پا چکی ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موفق من اللہ علم و قلم سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے منبع علم سے اس وقت سے لیکر آج تک ایک دنیا

مستفیض ہو رہی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب فضائل کا نچوڑ آپ کی محبوب تصنیف لباب الحدیث جو کہ فضائل اور وعد و وعید کے متعلق ایک ایمان افروز کتاب ہے کا اردو زبان میں سلیس اور آسان ترجمہ ہے جسے فاضل نوجوان مولانا حافظ عبدالغنی صاحب طارق نے انتہائی عقیدت و احترام اور پورے ذوق شوق کیساتھ مرتب کیا ہے موصوف کو اللہ تعالیٰ نے درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کیساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا ذوق عطا فرمایا ہے جسکے باعث آپکی متعدد تصانیف منصہ وجود پر جلوہ گر ہوئی ہیں۔ زیر نظر کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ انتہائی خیر و برکت اور روحانی ترقی کا باعث ہو گا۔ جملہ مسلمین اور خصوصاً علماء طلباء اور خطباء حضرات کیلئے اس سے استفادہ کرنا ناگزیر ہے۔

ترجمان صفہ 'پشاور (سہ ماہی) مولانا محمد رحیم حقانی ضخامت :۴۸ صفحات قیمت: ۱۵ روپے
خط وکتابت کیلئے :۔ دفتر صفہ فاؤنڈیشن تیسری منزل صدف پلازہ محلہ جنگی 'پشاور

زیر تبصرہ سہ ماہی جریدہ ترجمان صفہ وحدت اساتذہ تنظیم کی سرپرستی میں مولانا محمد رحیم حقانی کی زیر ادارت ایک نئے تارے کی صورت میں افق صحافت پر نمودار ہوا ہے۔ جو کہ وقت کی بنیادی ضرورت کی تکمیل کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے بد قسمتی سے ہمارا معاشرہ شرح خواندگی کے لحاظ سے انتہائی پست ہے اور جو حضرات علم و آگہی کی دولت سے تھوڑے بہت بہرہ ور ہیں انکا انداز فکر نظریات و عقائد اور کردار و عمل کچھ قابل رشک نہیں۔ اسی طرح ہماری درسگاہیں جمود کا شکار ہیں جس سے ہمارے نوجوانوں کی صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں ان خرابیوں کو دور کرنے کیلئے چند اہل درد حضرات نے وحدت اساتذہ کے نام سے ایک تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ جنہوں نے صرف علمی میدان میں قوم کے نونہالوں کی تربیت اور تعلیم کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ بلکہ انکی وسعتِ فکر کو جلاد ینے کیلئے ایسا لٹریچر بھی مہیا کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ جس سے وہ فکری جمود اور سعی لاحاصل سے بچ سکیں۔ ہم اس بہترین کاوش پر مولانا محمد رحیم حقانی اور انکے رفقاء کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے امید کرتے ہیں وہ اس محنت طلب کام کو بطریقہ احسن انجام دیتے رہیں گے۔

دَ علم نحو دَ مشهور کتاب کافیہ ابن حاجبؒ
پختو شرح
دروس الکافیہ
افادات
مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
ناشر: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

GO ANYWHERE
YOU WANT TO
GO
SOHRAB
MOUNTAIN BIKE
OVAL SHAPE
24" & 26" Size
CYCLING REDUCES POLLUTION
◆ MULTI SPEED GEARS
◆ SPECIAL SIZE TYRES
◆ IMPORTED BRAKES
PAKISTAN'S NO.1 BICYCLE

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

اندرون از طعام خالی دار تا بینی

نُورِ معرفت

رُوحِ رمضان یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اندرون (شکم) کو خالی رکھتے تاکہ فکر و نظر اور قلب و ضمیر اللہ تعالیٰ کی پہچان کے نور سے مُنوّر رہیں۔ تکثیرِ عبادت کے لیے تقلیلِ غذا ضروری ہے۔ اس سے روحانی صحت حاصل ہوتی ہے اور جسمانی صحت بھی۔ بلندیٔ فکر یہ ہے کہ ماہِ برکات و مقدّس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد پر توجہ رہے۔ اپنی ذات کی نفی سے خدمت کا اعلا مرتبہ و مقام حاصل ہو جاتا ہے اور پھر درجاتِ انسانی معراج پاتے ہیں۔

مدینۃ الحکمہ کے باغِ ہمدرد میں کاشت کردہ نباتات سے تیار شدہ "تن سُکھ" صحت اور توانائی کا ایک لطیف ذریعہ ہے

افطار: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ پانی میں ملا کر افطار کیجیے۔ خوش ذائقہ اور لطیف تن سُکھ ایک بہترین افطاری ہے۔

سحر: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ دودھ یا پانی میں ملا کر نوشِ جاں کیجیے۔

تن سُکھ

توانائی کا ایک لطیف ذریعہ

ہمدرد

ہمدرد نے عالمی مشروب رُوح افزا اور تن سُکھ بنایا

حق تعالیٰ جلّ شانہٗ پاکستان کو مستحکم و دائم فرمائیں۔ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائیں۔

آپ کا ہمدرد — ملک و ملّت کا ہمدرد — پاکستان کا ہمدرد

dans-HTS-13/97